زاویہ

علومِ نبوت ﷺ

از افادات

حضرت ضیاء الامت جسٹس

پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری

سجادہ نشین

آستانہ عالیہ بھیرہ شریف

مُرتب:

السید محمد اقبال شاہ گیلانی

علوم نبوت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کی بے پایاں وسعتوں
کا بیان ___ قرآن مقدس، احادیث مبارکہ اور اکابرین امت کی
آراء سے استشہاد، اعتراضات وشبہات کا ازالہ ___

از افادات
حضرت ضیاء الامت جسٹس
پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری
سجادہ نشین
آستانہ عالیہ بھیرہ شریف

مرتب:
السید محمد اقبال شاہ گیلانی
مدرس
مرکزی دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف
(ضلع سرگودھا)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

تالیف ـــــــــ علوم نبوت

(ماخوذ از تفسیر ضیاء القرآن)

ازافادات ـــــــــ حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری

(سجادہ نشین آستانہ عالیہ بھیرہ شریف)

مرتب ـــــــــ ابوالعابدین سید محمد اقبال شاہ گیلانی

صفحات ـــــــــ ۱۱۲

ہدیہ ـــــــــ 30روپے

ناشر ـــــــــ "زاویہ"

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ داتا گنج بخش روڈ لاہور

کرم پبلی کیشنز۔ سرکلر روڈ چوک اردو بازار لاہور

فہرست

(1) مقدمہ ۵

(2) علم مصطفیٰ کے متعلق اہلسنت کا عقیدہ ۱۱

(3) غیب کی تعریف ۱۴

(4) علم الٰہی اور علم رسالت میں فرق ۱۵

(5) آیات قرآنی سے علم مصطفیٰ پر استدلال ۱۶

(6) علم آدم علیہ سے علم مصطفیٰ کا استدلال ۱۸

(7) حضور کے خلیفہ اعلم ہونے پر علامہ آلوسی کا ارشاد ۱۹

(8) منافقین کا علم ۲۴

(9) علم ماکان وما یکون ۲۸

(10) احادیث طیبہ سے استدلال ۴۱

(11) پوشیدہ خزانہ کا علم ۴۶

(12) کسی کے مرنے کی کیفیت اور کسی کی شقاوت کا علم ۴۷

(13) مافی الارحام کا علم ۴۸

(14) کسی کے جنتی ہونے کا علم ۵۰

(15) جنت شہادت اور محمود زندگی کی خوشخبری ۵۱

(16) اثبات علم غیب پر حدیث تقریری ۵۳
(17) علم رسالت کے متعلق علامہ بوصیری کا عقیدہ ۵۵
(18) علم رسالت پر بائبل کی گواہی ۵۶
(19) قیامت کا علم ۵۷
(20) روح کی حقیقت کا علم ۶۱
(21) علامہ بدرالدین عینی (شارح بخاری) کا فتویٰ ۶۵
(22) حروف مقطعات کا علم ۶۶
(23) علم خمسہ کا علم ۶۷
(24) واقعہ افک سے حضورؐ کے علم پر شبہ اور اس کا ازالہ ۷۲
(25) منکرین علم مصطفیٰؐ کے استدلات اور ان کی حقیقت کا بیان ۷۶
(26) معترضین کا حضرت ابراہیمؑ کے قول سے علوم نبوت کی نفی پر استدلال اور اس کی حقیقت ۹۹
(27) معترضین کی حضرت یعقوبؑ کے رونے سے علوم نبوت کی نفی پر دلیل اور اس کی حقیقت ۱۰۱
(28) تابیر نخل کی حقیقت ۰۰۵
(29) صحابہ کرام سے حضور علیہ السلام کا مشورہ طلب کرنا ۰۰۸

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانباء والمرسلین وعلی

الہ الطیبین وعلی اصحابہ اجمعین

برادران اسلام! قرآن کریم جو بنی نوع انسان کے لئے باعث ہدایت ہے اور مومنین کے لئے شفاء اور رحمت ہے، اللہ جل مجدہ نے اس میں اوامرونواہی کے علاوہ اپنے محبوب کریم، شفیع المذنبین، رحمتہ للعالمین محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت و احترام، تعظیم و توقیر کا بھی خصوصی اہمیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے

یا ایھا الذین امنو لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون○

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی (کریم) کی آواز سے اور نہ زور سے آپ کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح زور سے تم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو (اس بے ادبی سے) کہیں ضائع نہ ہو جائیں

تمہارے اعمال اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

حضرت ضیاء الامت مدظلہ العالی اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ اس آیت طیبہ میں بھی بارگاہ رسالت کے آداب کی تعلیم دی جا رہی ہے سابقہ آیت میں بتایا کہ قول و عمل میں سرور عالم ﷺ سے سبقت نہ کرو۔ اب گفتگو کا طریقہ بتایا جا رہا ہے کہ اگر تمہیں وہاں شرف باریابی نصیب ہو اور ہمکلامی کی سعادت سے بہرہ ور ہو تو یہ خیال رہے کہ تمہاری آواز میرے محبوب کی آواز سے بلند نہ ہونے پائے' جب حاضر ہو تو ادب و احترام کی تصویر بن کر حاضری دو۔ اگر اس سلسلہ میں تم نے ذرا سی غفلت برتی اور بے پروائی سے کام لیا تو سارے اعمال حسنہ' ہجرت' جہاد' عبادات وغیرہ تمام کے تمام اکارت ہو جائیں گے۔ پہلی آیت میں بھی یا ایھاالذین امنوا سے خطاب ہو چکا تھا یہاں خطاب کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ لیکن معاملہ کی نزاکت اور اہمیت کے پیش نظر دوبارہ اہل ایمان کو یا ایھاالذین امنوا سے خطاب کیا۔ انہیں جھنجوڑا اور بتایا کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ اس پر زندگی بھر کی اطاعتوں' نیکیوں اور حسنات کے مقبول و نامقبول ہونے کا انحصار ہے...... اولاً" اور بالذات یہ خطاب صحابہ کرام کو ہو رہا ہے جن کا ایثار بے نظیر جن کی قربانیاں بے مثال' جن کی عبادتیں خشوع و خضوع میں ڈوبی ہوئی تھیں' جو سر تاپا تسلیم و رضا تھے انہیں کہا جا رہا ہے کہ اگر تم نے میرے پیارے رسول کی جناب میں آواز بھی اونچی کی تو یہ ایسی گستاخی متصور ہوگی کہ تمہاری سب نیکیاں ملیامیٹ ہو جائیں گی۔

آج جو لوگ حضور نبی کریم ﷺ کی شان رفیع میں سوقیانہ باتیں کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم خداداد پر معترض ہوتے ہیں۔ ادب و

احترام کو ملحوظ نہیں رکھتے، اپنے علم پر، اپنی نیکیوں پر اور اپنے ایمان سوز لمبے لمبے وعظوں پر مغرور ہیں وہ اپنے انجام کے بارے خود سوچ لیں۔

یاد رکھو!

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

وانتم لا تشعرون کے جملہ میں گستاخوں کی اس محرومی و بدنصیبی کا بیان ہے اس کو سن کر بھی علم و زہد کا خمار اگر نہ اترے فضیلت و پارسائی کا طلسم اگر نہ ٹوٹے تو بدقسمتی کی انتہا ہے فرمایا جارہا ہے کہ تمہارے سارے اعمال غارت ہو جائیں گے، سب نیکیاں ملیامیٹ ہو جائیں گی اور تمہیں خبر تک نہ ہو گی۔ تم اس غلط فہمی کا شکار ہو گے کہ تم بڑے نمازی اور غازی ہو صائم الدھر اور قائم اللیل ہو، مفسر ہو، محدث ہو، واعظ آتش بیاں ہو اور جنت تمہارا انتظار کر رہی ہے اور جب وہاں پہنچو گے تو اس وقت پتہ چلے گا کہ اعمال کا جو باغ تم نے لگایا تھا اسے تو بے ادبی اور گستاخی کی باد صرصر نے خاک سیاہ بنا کر راکھ کر دیا ہے۔ اس وقت کف افسوس ملو گے۔ سر پیٹو گے لیکن بے سود، لا حاصل۔

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

مسلمان بھائیو! یہ ہے نبی مکرم ﷺ کی ذات اقدس و اطہر کے متعلق تھوڑی سی غفلت و سستی کا انجام قرآن کریم کی زبان میں۔ آپ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان بھی گستاخ رسول معظم ﷺ کے متعلق ملاحظہ فرمائیں اور اپنے ایمان جیسی دولت گراں مایہ اور اعمال حسنہ کی ثروت کی حفاظت فرمائیے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ ایک امام ہمیشہ نماز میں

سورہ عبس و تولی کی قرأت کرتا ہے تو آپ نے ایک آدمی بھیجا جس نے اس کا سر قلم کر دیا۔ چونکہ وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مرتبہ عالیہ کی تنقیص کے ارادے سے اس کی قرأت کرتا تھا تاکہ مقتدیوں کے دل میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی عظمت کم ہو جائے' اس لئے نگاہ فاروق میں وہ مرتد تھا اور مرتد واجب القتل ہے (روح البیان)

گستاخ رسول کریم ﷺ کے متعلق حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا اپنا فیصلہ

حضرت علامہ اسماعیل حقیؒ نے لکھا ہے کہ ایک فاضل اجل سے مروی ہے کہ وہ ایک مجلس میں تھے تو ایک محجوب اور محرم ازلی نے کہا کہ ہوائے نفسی سے کسی کو چھٹکارا نہیں خواہ وہ بھی ہو (وہ سے اشارہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف کیا) کیونکہ انہوں نے بھی کہا ہے حبب الی من دنیا کم ثلاث الطیب والنساء و قرۃ عینی فی الصلوۃ میں نے اس گستاخ سے کہا تمہیں خدا سے شرم نہیں آتی۔ حدیث میں احبت یعنی میں پسند کرتا ہوں کا لفظ نہیں بلکہ حبب (میرے لئے مرغوب بنا دی گئی ہیں) کا لفظ ہے۔ ہوائے نفس تو تب ہوتی کہ احبت کا لفظ ہوتا۔ فرماتے ہیں اس گستاخ کا منہ تو میں نے بند کر دیا لیکن اس کی بد زبانی پر بڑا غمگین ہوا کہ اپنے آپ کو امتی کہلانے والا شخص بھی ایسی بات اپنی زبان پر لا سکتا ہے رات کو خواب میں حبیب مکرم ﷺ نے زیارت کا شرف بخشا اور فرمایا لا تغتم فقد کفینا ک امرہ غم زدہ نہ ہو ہم نے اس کا کام تمام کر دیا ہے۔ صبح ہوئی تو معلوم کہ وہ قتل کر دیا گیا ہے (روح البیان)۔

علامہ مرحوم اگر آج ہوتے اور ان امتیوں کا حال دیکھتے جو اپنے آپ کو بشریت میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ہم پلہ ثابت کرنے کے لئے کس سوقیانہ انداز میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ازدواجی زندگی کا ذکر کرتے ہیں تو

ان کا کلیجہ پھٹ جاتا۔ (ضیاء القرآن سورہ الانبیاء جلد 3 صفحہ 169)

ان قرآنی آیات اور علماء کرام کے واقعات و ارشادات کو پڑھنے کے بعد جب ہم اپنے زمانہ کے بعض لوگوں کی تحریر و تقریر پڑھتے سنتے ہیں تو دل درد سے بھر جاتا ہے اور ان لوگوں کی کج فہمی پر آنکھیں خون کے آنسو روتی ہیں کہ کیسے امت مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء کو اسلام و توحید کے درس سمجھائے جا رہے ہیں۔ کبھی یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ حضور کو تو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں حضور کو تو اپنے گھر کا بھی پتہ نہیں وغیرہ کبھی لکھتے ہیں حضور جیسا علم تو حیوان و دیوانہ کو بھی حاصل ہوتا ہے (نعوذ باللہ من ذالک) ان حالات میں علماء کرام نے حقیقت حال سے پردہ اٹھانے کے لئے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی عظمت و رفعت کو لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے بہت سے مقالے اور تحریریں مسلمانوں کے سامنے پیش کی ہیں۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہم بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی امت کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

یہ مقالہ میں نے حضرت ضیاء الامت مدظلہ العالی کی مایہ ناز تفسیر ضیاء القرآن سے ماخوذ کر کے ترتیب دیا ہے، کیونکہ میں نے بہت سے علماء کرام کی تحریریں اس موضوع پر مطالعہ کی ہیں، ہر ایک کی کاوش قابل صد تحسین ہے مگر حضرت ضیاء الامت مدظلہ العالی نے جس سنجیدگی کے ساتھ علمی اور تحقیقی نگارشات کو پیش کیا ہے وہ آپ کا اپنا ہی نصیبہ ہے۔

اس مقالہ میں علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت سے مقتدر علماء کے عقائد و فتاویٰ درج کئے گئے ہیں امید ہے کہ حق کی جستجو کرنے والوں کو اطمینان و تسلی حاصل ہو گی علماء کرام کے اسماء گرامی ملاحظہ فرمائیں۔

1- امام المفسرین علامہ بن جریر۔ مصنف تفسیر ابن جریر طبری

2- ابو عبداللہ الانصاری۔ مصنف تفسیر قرطبی

سورہ عبس و تولی کی قرأت کرتا ہے تو آپ نے ایک آدمی بھیجا جس نے اس کا سر قلم کر دیا۔ چونکہ وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مرتبہ عالیہ کی تنقیص کے ارادے سے اس کی قرأت کرتا تھا تاکہ مقتدیوں کے دل میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی عظمت کم ہو جائے' اس لئے نگاہ فاروق میں وہ مرتد تھا اور مرتد واجب القتل ہے(روح البیان)

گستاخ رسول کریم ﷺ کے متعلق حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا اپنا فیصلہ

حضرت علامہ اسماعیل حقیؒ نے لکھا ہے کہ ایک فاضل اجل سے مروی ہے کہ وہ ایک مجلس میں تھے تو ایک مجوب لور محرم ازلی نے کہا کہ ہوائے نفسی سے کسی کو چھٹکارا نہیں خواہ وہ بھی ہو (وہ سے اشارہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف کیا) کیونکہ انہوں نے بھی کہا ہے حبب الی من دنیا کم ثلاث الطیب والنساء و قرۃ عینی فی الصلوۃ میں نے اس گستاخ سے کہا تمہیں خدا سے شرم نہیں آتی۔ حدیث میں احببت یعنی میں پسند کرتا ہوں کا لفظ نہیں بلکہ حبب (میرے لئے مرغوب بنا دی گئی ہیں) کا لفظ ہے۔ ہوائے نفس تو تب ہوتی کہ احببت کا لفظ ہوتا۔ فرماتے ہیں اس گستاخ کا منہ تو میں نے بند کر دیا لیکن اس کی بد زبانی پر بڑا غمگین ہوا کہ اپنے آپ کو امتی کہلانے والا شخص بھی ایسی بات اپنی زبان پر لا سکتا ہے رات کو خواب میں حبیب مکرم ﷺ نے زیارت کا شرف بخشا لور فرمایا لا تغتم فقد کفینا ک امرہ غم زدہ نہ ہو ہم نے اس کا کام تمام کر دیا ہے۔ صبح ہوئی تو معلوم کہ وہ قتل کر دیا گیا ہے (روح البیان)۔

علامہ مرحوم اگر آج ہوتے لور ان امتیوں کا حال دیکھتے جو اپنے آپ کو
بشریت میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ہم پلہ ثابت کرنے کے لئے کس
سوقیانہ انداز میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ازدواجی زندگی کا ذکر کرتے ہیں تو

marfat

ان کا کلیجہ پھٹ جاتا۔ (ضیاء القرآن سورہ الانبیاء جلد 3 صفحہ 169)

ان قرآنی آیات اور علماء کرام کے واقعات و ارشادات کو پڑھنے کے بعد جب ہم اپنے زمانہ کے بعض لوگوں کی تحریر و تقریر پڑھتے سنتے ہیں تو دل درد سے بھر جاتا ہے اور ان لوگوں کی کج فہمی پر آنکھیں خون کے آنسو روتی ہیں کہ کیسے امت مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء کو اسلام و توحید کے درس سمجھائے جا رہے ہیں۔ کبھی یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ حضور کو تو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں حضور کو تو اپنے گھر کا بھی پتہ نہیں وغیرہ کبھی لکھتے ہیں حضور جیسا علم تو حیوان و دیوانہ کو بھی حاصل ہوتا ہے (نعوذ باللہ من ذالک) ان حالات میں علماء کرام نے حقیقت حال سے پردہ اٹھانے کے لئے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی عظمت و رفعت کو لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے بہت سے مقالے اور تحریریں مسلمانوں کے سامنے پیش کی ہیں۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہم بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی امت کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

یہ مقالہ میں نے حضرت ضیاء الامت مدظلہ العالی کی مایہ ناز تفسیر ضیاء القرآن سے ماخوذ کر کے ترتیب دیا ہے' کیونکہ میں نے بہت سے علماء کرام کی تحریریں اس موضوع پر مطالعہ کی ہیں' ہر ایک کی کاوش قابل صد تحسین ہے مگر حضرت ضیاء الامت مدظلہ العالی نے جس سنجیدگی کے ساتھ علمی اور تحقیقی نگارشات کو پیش کیا ہے وہ آپ کا اپنا ہی نصیبہ ہے۔

اس مقالہ میں علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت سے مقتدر علماء کے عقائد و فتاوی درج کئے گئے ہیں امید ہے کہ حق کی جستجو کرنے والوں کو اطمینان و تسلی حاصل ہو گی علماء کرام کے اسماء گرامی ملاحظہ فرمائیں۔

1- امام المفسرین علامہ بن جریر۔ مصنف تفسیر ابن جریر طبری

2- ابو عبداللہ الانصاری۔ مصنف تفسیر قرطبی

3- حضرت علامہ محمود احمد آلوسی۔ مصنف تفسیر روح المعانی

4- حضرت علامہ اسماعیل حقی۔ مصنف تفسیر روح البیان

5- امام بیضاوی۔ مصنف تفسیر انوار التنزیل و اسرار التاویل

6- محقق علی الاطلاق۔ مصنف شیخ عبدالحق محدث دہلی

7- ابوالبرکات عبداللہ بن احمد۔ مصنف تفسیر معالم التنزیل

8- علی بن محمد بن ابراہیم۔ مصنف تفسیر خازن

9- شاہ عبدالعزیز۔ مصنف تفسیر عزیزی

10- علامہ بن کثیر۔ مصنف تفسیر ابن کثیر

11- امام فخرالدین رازی۔ مصنف تفسیر کبیر

12- علامہ ثناء اللہ پانی پتی۔ مصنف تفسیر مظہری

13- حافظ ابن حجر عسقلانی۔ مصنف فتح الباری شرح بخاری

14- علامہ بدرالدین عینی۔ مصنف عمدۃ القاری شرح بخاری

15- علامہ شبیر احمد عثمانی۔ مصنف حاشیہ عثمانی

16- امام بوصیری۔ قصیدہ بردہ شریف

17- ملا علی القاری۔ شرح قصیدہ بردہ

18- مولانا اشرف علی تھانوی۔

اے اللہ اس حقیری کوشش کو شرف قبولیت عطا فرما اور امت مسلمہ کی ہدایت کا باعث بنا۔ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے نواز اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تادم واپسیں عظمت و رفعت کا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرما۔

مرتب سید محمد اقبال شاہ
مدرس دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ۔ ضلع سرگودھا

علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ

حضرت ضیاء الامت مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

”ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجدہ الکریم نے اپنے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب منور کو علوم غیبیہ سے بھرپور فرما دیا لیکن حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم اللہ جل جلالہ کے علم کی طرح نہ ذاتی ہے نہ غیر متناہی بلکہ وہ محض عطائے الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم محیط و تفصیلی کے ساتھ اس کی نسبت ذرہ اور صحرا قطرہ اور دریا کی بھی نہیں لیکن علوم خلائق کے مقابلہ میں وہ بحر ذخار ہے جس کی گہرائی کو کوئی غواص آج تک نہ پا سکا اور جس کے کنارہ تک کو شناور آج تک نہ پہنچ سکا۔“

ضیاء القرآن جلد 1 صفحہ 301

* * *

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

خداداد علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

غیب کی تعریف

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

(ا) “مالا یقع تحت الحواس ولا تقتضیہ بداھتہ العقل” ج 3 ص 457

ترجمہ: یعنی وہ علم جو حواس کی رسائی سے بالاتر ہو اور قوت عقل سے بھی حاصل نہ کیا جاسکے اسے غیب کہتے ہیں

.com

(2) ما لا یدرک بالحس ولا یفہم بالعقل (بحر) ج 2 ص 589

ترجمہ: جس کا ادراک نہ حواس سے ہو سکے اور نہ عقل سے

شیخ عبدالقادر مغربی لکھتے ہیں:

(3) الغیب ما غاب عنا معشر البشر مما لا نہتدی الیہ بشی من حواسنا و مشاعرنا و بشی من فراستنا وقیاسنا واستنتاج عقولنا ج 5' ص 396

ترجمہ: یعنی جو چیز انسان سے پوشیدہ اور مخفی ہو اور ہم اپنے حواس اور شعور کی قوتوں سے یا فراست سے یا قیاس سے یا عقل کے زور سے اس تک رسائی حاصل نہ کر سکیں اس کو غیب کہتے ہیں۔

ان تعریفوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو چیزیں ظاہری حواس کی رسائی سے بلند اور عقل کی سمجھ سے بالاتر ہوں مثلاً وحی' فرشتے' قیامت' جنت' دوزخ اور خود ذات الٰہی' غیب کہلاتی ہیں ان کے جاننے کا فقط ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے نبی مکرم ﷺ کی ذات گرامی۔

حضور نبی کریم ﷺ کے عطائی علم پر بحث سے پہلے علم الٰہی کا مختصر خاکہ علامہ ثناء اللہ پانی پتیؒ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمالیں تاکہ آئندہ مسئلہ کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

علم الٰہی جل مجدہ الکریم

زمانہ اور زمانیات' اسی طرح مکان اور مکانیات سب حادث ہیں اور ان تمام امور کے متعلق اللہ تعالیٰ جل شانہ' کا علم قدیم' ازلی اور سرمدی ہے۔ تقدیم و تاخیر جس کا تعلق زمانہ سے ہے اور تحت و فوق جس کا تعلق مکان سے ہے یہ حادث ہے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ تو زمان و مکان کا خالق ہے وہ زمانی تقدیم و تاخیر اور مکانی فوق و تحت سے مبرا و منزہ ہے

(تفسیر مظہری سورہ سبا) ج 4' صفحہ 123

marfat.co

علم الٰہی اور علم رسالت میں فرق

علم اللہ تعالیٰ جل شانہ، کی صفات مقدسہ میں سے ایک صفت ہے جو قدیم، ذاتی اور غیر متناہی ہے یعنی ایسے نہیں کہ وہ پہلے کسی چیز کو نہیں جانتا تھا اور اب جاننے لگا ہے بلکہ وہ ہمیشہ سے ہر چیز کو اس کے پیدا ہونے سے پہلے بھی، اس کے عین حیات میں بھی اور اس کے مرنے کے بعد بھی اپنے علم تفصیلی سے جانتا ہے۔ نیز اس کا یہ علم اس کا اپنا ہے۔ کسی نے اس کو سکھایا نہیں ہے نیز اس کے علم کی نہ کوئی حد ہے نہ نہایت۔ اگر کوئی شخص کما" ما کیفا" یعنی مقدار اور کیفیت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ جل شانہ، کی کسی صفت کا کسی کے لئے اثبات کرے تو وہ ہمارے نزدیک شرک کا مرتکب ہوگا۔

حضور پرنور شافع یوم النشور امام الاولین والاخرین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا علم مبارک خداوند کریم جل جلالہ کے علم کی طرح قدیم نہیں حادث ہے یعنی پہلے نہیں تھا بعد میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کے تعلیم کرنے سے حاصل

ہوا نیز حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا علم خداوند کریم جل شانہ' کے علم کی طرح غیر متناہی اور غیر محدود نہیں بلکہ متناہی اور محدود ہے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے علم محیط کے ساتھ حضور فخر موجودات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علم کی نسبت اتنی بھی نہیں جیسے پانی کے ایک قطرہ کو دنیا بھر کے سمندروں سے ہے۔

ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ کا یہ حادث' عطائی اور محدود علم اتنا محدود نہیں جتنا بعض حضرات نے سمجھ رکھا ہے اس کی وسعتوں کو یا دینے والا جانتا ہے یا لینے والا' یا سکھانے والے کو پتہ ہے یا سیکھنے والے کو۔ ہم تم تو کس گنتی میں ہیں۔ جبریل امین علیہ السلام بھی وہاں دم مارنے کی مجال نہیں رکھتے۔ **فاوحی الی عبدہ ما اوحی**(اس نے وحی فرمائی اپنے بندے کی طرف) جو وحی فرمائی۔ علم و معرفت کی وہ وسعتیں اور بے کرانیاں جن پر بیاں کا ہر جامہ تنگ ہے ان کی حدبراری ہم کرنے لگیں تو ٹھوکریں نہیں کھائیں گے تو اور کیا ہوگا۔ ج 3' ص 457

آیات قرآنی سے علم مصطفیٰ ﷺ پر استدلال

فائدہ: قرآن کریم کی آیات کریمہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے ضروری ہے کہ انسان اس بات کا خیال رکھے کہ آیات کا ایسا مفہوم اور تشریح نہ بیان کی جائے جو قرآن کی دوسری آیات مقدسہ کے سراسر خلاف ہو ورنہ وہ قرآن کریم کی حقانیت ثابت کرنے کی بجائے اپنے سامعین کے دل میں یہ غلط فہمی پیدا کرنے کا سبب بن جائے گا کہ قرآن مجید کی بعض آیتیں دوسری آیتوں سے ٹکراتی ہیں اور تکذیب کرتی ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ جل شانہ) اور وہ کتاب جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کا بطلان کر رہا ہے اسے کسی عقلمند انسان کا کلام بھی نہیں کہا جاسکتا چہ جائیکہ اسے خداوند علیم و حکیم جل جلالہ' کا کلام

مانا جائے جو ہمہ بین بھی ہے اور ہمہ دان بھی قرآن حکیم نے اپنے کلام الٰہی جل شانہ' ہونے پر دیگر دلائل کے علاوہ ایک یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ " اس میں اختلاف نہیں پایا جاتا"۔ ارشاد خداوندی جل شانہ' ہے لو کان من عند غیر اللہ لو جدو افیہ اختلافا" کثیرا" "یعنی یہ اگر اللہ تعالیٰ جل جلالہ' کا کلام نہ ہوتا تو تم اس میں جگہ جگہ اختلاف اور تضاد پاتے"۔ گویا قرآن میں اختلاف کا نہ پایا جانا اس بات کی محکم دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ' کا کلام ہے۔

اگر غور و فکر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر (اور سلف صالحین کے ارشادات اور توضیحات سے صرف نظر کرکے) آیات کا ترجمہ کیا جائے تو کئی آیات بینات سے یہی مطلب ظاہر ہوگا کہ زمین و آسمان میں جو مخلوق بھی موجود ہے وہ غیب کو نہیں جانتی۔ حالانکہ قرآن کریم کی بے شمار آیتوں سے ہمیں فرشتوں کے نزول' وحی کا' قیامت' جنت و دوزخ کا علم ہے اور ان پر ہمارا ایمان ہے حالانکہ یہ تمام عالم غیب کی چیزیں ہیں۔ نیز کثیر آیات اور ہزاروں صحیح احادیث سے حضور اکرم شفیع معظم ﷺ کا امور غیبیہ پر مطلع ہونا ثابت ہے اس لئے ہمیں آیات پر غور کرنا چاہئے کہ ان کا مطلب کیا ہے؟ علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ جن آیات بینات میں علم غیب کی نفی ہے اس کا مراد و مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ' کے جتائے اور بتلائے بغیر کوئی بھی غیب پر آگاہ نہیں ہو سکتا خود قرآن نے بھی اس قول کی تصدیق فرما دی عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا" الا من ارتضی من رسول (اللہ تعالیٰ جل جلالہ' غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں فرماتا سوائے پسندیدہ رسولوں (علیہم السلام) کے۔ ج 3' ص 457

علم آدم علیہ السلام سے علم مصطفیٰ کا استدلال

آیت نمبر1:-

ارشاد ربانی جل جلالہ' ہے۔

"وعلم ادم الاسماء کلھا ثم عرضھم علی الملئکۃ فقال انبونی باسماء ھو لاء ان کنتم صدقین" (سورہ بقرہ آیت نمبر31)

ترجمہ : اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ' نے سکھا دیئے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام پھر پیش کیا انہیں فرشتوں علیہم السلام کے سامنے اور فرمایا بتاؤ تم مجھے نام ان چیزوں کے اگر تم (اپنے خیال میں) سچے ہو۔

حضرت ابن عباس' عکرمہ' قتادہ اور ابن جبیر رضی اللہ عنہم نے آیت کی تفسیریوں بیان فرمائی ہے۔

علمہ اسماء جمیع الاشیاء کلھا جلیلھا وحقیرھا" (القرطبی) یعنی اللہ تعالیٰ جل جلالہ' نے حضرت آدم علیہ السلام کو چھوٹی بڑی تمام اشیاء کے سب نام سکھا دیئے اور خلافت کے منصب کا تقاضا بھی یہی تھا کہ انہیں تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا جاتا جب حضرت آدم علیہ السلام کے علم کی یہ کیفیت ہے تو سید بنی آدم خلیفۃ اللہ فی العالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ افضل التحیۃ والثناء کے علوم و معارف کا کیا کہنا ج 1 صف 47

میری گذارش ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی یہ شان ہے جو زمین میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ' کے خلیفہ ہیں تو سید عالم ﷺ جو رحمت للعالمین ہیں اور سارے جہانوں میں رب کائنات جل جلالہ' کے خلیفہ اعظم ہیں ان کے علوم و معارف کا کوئی کیسے اندازہ لگا سکتا ہے۔ ص 397 ج 5

marfat

حضور علیہ الصلوٰۃ علیہ والسلام کے خلیفہ ٔ اعظم ہونے پر علامہ آلوسی کا ارشاد

کان....... رمزا" الی ان المقبل بالخطاب لذا لحظ ا عظم لھو صلی اللہ علیہ والہ وسلم علی الحقیقتہ الخلیفتہ الا عظم ولولاہ ما خلق ادم ولا ولا (روح المعانی) ج-1، ص 45

یعنی حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس ہی حقیقت میں خلیفہ ٔ اعظم ہے اگر یہ ذات گرامی نہ ہوتی تو آدم علیہ السلام بھی پیدا نہ ہوتے بلکہ کچھ بھی نہ ہوتا۔

آیت نمبر2:۔

ویکون الرسول علیکم شھیدا" (آیت نمبر143 سورہ البقرہ)

ترجمہ: اور ہمارا رسول ﷺ تم پر گواہ ہو۔

نور نبوت سے حضور پر نور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ہر ماننے والے کے رتبہ پر اس کی خفیات قلوب پر آگاہ ہیں۔

تفسیر فتح العزیز میں ہے: باشد رسول شما بر شما گواہ زیر آنکہ او مطلع است نور نبوت ہر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ در دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است۔ پس او مے شناسد گناہاں شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا۔

ترجمہ: تمہارا رسول ﷺ تم پر گواہی دے گا کیونکہ وہ جانتے ہیں اپنی نبوت کے نور سے اپنے دین کے ہر ماننے والے کے مرتبہ کو کہ میرے دین میں اس کا کیا درجہ ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ کون سا پردہ ہے

جس سے اس کی ترقی رکی ہوئی ہے پس وہ تمہارے گناہوں کو بھی پہچانتے ہیں، تمہارے ایمان کے درجوں کو، تمہارے نیک اور بد سارے اعمال کو اور تمہارے اخلاص و نفاق کو بھی خوب پہچانتے ہیں۔

آیت نمبر3:-

ما کان لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب و ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء ○ (سورہ آل عمران)

ترجمہ: نہیں ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ، (کی شان) کہ چھوڑے رکھے مومنوں کو اس حال پر جس پر تم اب ہو جب تک الگ الگ نہ کر دے پلید کو پاک سے اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ، (کی شان) کہ آگاہ کرے تمہیں غیب پر۔ البتہ اللہ تعالیٰ جل شانہ، (غیب کے علم کے لئے) چن لیتا ہے اپنے رسولوں (علیہم السلام) سے جسے چاہتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم کی حکمت اس بات کی روادار نہیں کہ مخلص و منافق آپس میں ملے جلے رہیں بلکہ ان کو الگ الگ کرنا ضرور ہے۔ ان کو کیونکر الگ الگ کیا گیا اس میں علماء کے متعدد اقوال ہیں، ابتلاء و آزمائش سے، اسلام کو سرفراز (کامیاب)، اور باطل کو سرنگوں کرنے سے یا بذریعہ وحی اپنے نبی مکرم ﷺ کو منافقوں کا علم عطا فرمانے سے۔ چنانچہ علامہ بیضاوی علیہ الرحمۃ نے روایت نقل کی ہے کہ

انہ علیہ السلام قال عرضت علی امتی و اعلمت من یومن بی ومن یکفر فقال المنافقون انہ یزعم انہ یعرف من یومن ومن یکفر ونحن معہ ولا یعرفنا فنزلت

(بیضاوی شریف)

ترجمہ: حضور پر نور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری امت

marfat

(دعوت) میرے سامنے پیش کی گئی اور مجھے علم دیا گیا کہ کون میرے ساتھ ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا اس وسعت علمی پر کسی مومن نے اعتراض نہیں کیا بلکہ منافقین نے ازراہ مذاق کہا کہ دعویٰ تو یہ ہے کہ میں ہر مومن اور ہر کافر کو جانتا ہوں اور حالت یہ ہے کہ ہر وقت آٹھوں پہر ان کے ساتھ رہتے ہیں اور ہمارا تو علم نہیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کو منافقوں کا علم تھا نیز یہ بھی پتہ چلا کہ علم کا ظاہر نہ کرنا علم کے نہ ہونے کی دلیل نہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین تو اپنے نبی پاک ﷺ کے علم کی وسعت دیکھ کر خوش ہوتے تھے البتہ منافق لوگ تسلیم نہ کرتے اور چیں بجبیں ہو کر اعتراض کرتے تھے۔

تفسیر خازن اور معالم التنزیل میں اس روایت کو تفصیل سے لکھا گیا ہے مندرجہ بالا عبارت کے بعد لکھتے ہیں۔ فبلغ ذالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقام علی المنبر فحمد اللہ تعالی جل جلالہ واثنی علیہ ثم قال ما بال اقوام طعنوا فی علمی لا تسلونی عن شی فیما بینی و بین الساعۃ الا نبا تکم بہ فقام عبداللہ بن حذافہ فقال من ابی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک والک (وسلم فقال حذافہ فقام عمر فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضینا باللہ ربا و بالاسلام دینا بالقران آماما وبک نبیا فاعف عنا عفا اللہ عنک فقال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فھل انتم منتھون فھل انتم منتھون ثم نزل علی المنبر فانزل اللہ ھذہ الایتہ ○

ترجمہ: منافقین کا قول حضور علیہ افضل الصلواۃ والسلام کو پہنچا تو حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا اس قوم کا کیا حال ہوگا جو میرے علم پر اعتراض کرتے ہیں اس وقت سے لے کر

قیامت تک ہونے والی کوئی بات پوچھو میں یہاں کھڑے تمہیں اس کا جواب دوں گا۔ عبداللہ بن حذافہ اٹھے (ان کے نسب پر طعن کیا جاتا تھا) یا رسول اللہ ﷺ میرا باپ کون ہے فرمایا حذافہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معذرت طلب کی۔ حضور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے دوبارہ فرمایا کیا میرے علم پر اعتراض کرنے سے باز آؤ گے یا نہیں؟ پھر نبی کریم علیہ افضل التحیۃ والتسلیم منبر سے اترے اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی کیونکہ منافقین کی پہچان بذریعہ وحی حضور اکرم ﷺ کو کرائی گئی تھی اس لئے اس کے بعد فرمایا کہ غیب پر مطلع ہونا ہر کسی کے اختیار کی بات نہیں اور نہ ہر ایک میں اس کی صلاحیت پائی جاتی ہے عام لوگوں کا ذریعہء علم تو دلائل اور ظاہری علامات تھیں اور غیب پر صرف رسولوں (علیہم السلام) کو ہی آگاہ کیا جاتا ہے کیونکہ ان میں غیب پر مطلع ہونے کی استعداد پائی جاتی ہے اور اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہم کو یہ دولت (نعمت) حضور فخر موجودات ﷺ کی غلامی سے میسر ہوتی ہے اور حضور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کے بغیر یہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔ (روح المعانی)

اس آیت کریمہ سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ' کی تعلیم کے بغیر علم غیب حاصل نہیں ہو سکتا وہ جتنا چاہتا ہے اپنے رسولوں (علیہم السلام) کو سکھا دیتا ہے اور اس ذات کریم جل شانہ' نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو "جتنا" چاہا دیا یہ "جتنا" اللہ تعالیٰ جل شانہ' کے علم غیر متناہی کا بعض ہے لیکن مخلوق کے علم کے مقابل ایک بیکراں سمندر ہے جس کی حدود وقیود ہم انسان مقرر نہیں کر سکتے جو لوگ اس "جتنا" کو یہاں تک تنگ کر دیتے ہیں کہ حضور پرنور ﷺ کو اور تو اور اپنے انجام کا علم بھی نہ تھا کہ آپ ﷺ کی ذات بابرکت کے ساتھ کیا کیا جائے گا ان کی تنگ دلی و

تنگ نظری مستحق ہزار تاسف ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ' کی صفات کرم و عطا و بخشش (کریم، معطی' وہاب) کے انکار کا نام توحید رکھنا کہاں کا انصاف ہے۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے اپنے مصطفیٰ کریم ﷺ کے قلب منور کو علوم غیبیہ سے بھرپور فرمایا لیکن حضور رحمتہ دو عالم ﷺ کا علم اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے علم کی طرح نہ ذاتی۔ ہے نہ غیر متناہی بلکہ وہ محض عطائے الٰہی جل جلالہ ہے لور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے علم محیط تفصیلی کے ساتھ اس کی نسبت ذرا لور صحرا' قطرہ لور دریا کی بھی نہیں لیکن علوم خلائق کے مقابلہ میں وہ بحر ذخار ہے جس کی گہرائی کو کوئی غواص آج تک نہ پا سکا اور جس کے کنارہ تک کوئی شناور آج تک نہ پہنچ سکا (ضیاء القرآن ج 1 صف 103)

منافقین کا علم

آیت نمبر4

یحذر المنافقون ان تنزل علیھم سورہ تنبئھم بما فی قلوبھم قل استھزء وا ان اللہ مخرج ما تحذرون(سورہ توبہ آیت نمبر94)

ترجمہ : ڈرتے رہتے ہیں منافق کہ کہیں نازل (نہ) کی جائے اہل ایمان پر کوئی سورۃ جو آگاہ کر دے انہیں جو کچھ منافقوں کے دلوں میں ہے آپ انہیں فرمایئے کہ مذاق کرتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ جل جلالہ ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم خوف زدہ ہو۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ ان کو ظاہر کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے نبی کریم علیہ افضل التحیۃ والتسلیم کو ان کے احوال اور ان کے اسماء کا علم عطا فرما دیا۔

اخراج اللہ انہ عرف نبیہ علیہ السلام احوالھم واسماء ھم لا انھا نزلت فی القران ولقد قال اللہ تعالی جل شانہ ولتعرفنھم فی لحن وھو نوع الھام○

ترجمہ : اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو ان کے حالات اور ناموں پر آگاہ فرما دیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے نام اور احوال تفصیل

سے قرآن کریم میں ذکر کر دیئے بلکہ بذریعہ الہام ان کا علم دے دیا ہے قرآن کریم میں ہے "ولتعرفنهم فی لحن القول

ترجمہ: اے حبیب ﷺ تم ان کی گفتگو کے لہجہ سے ان کو ضرور پہچان لو گے یہ پہچان بھی الہام کی ایک قسم ہے۔

قرآن کریم کا منافقین کے بارے میں ایک لور جگہ سورۃ توبہ میں ارشاد ہے۔

آیت نمبر5

ومن حولكم من الا عراب منافقون ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتين ثم يردون الى عذاب عظيم○ (101 سورہ توبہ ج 2)

ترجمہ: اور تمہارے آس پاس بسنے والے دیہاتیوں سے کچھ منافق ہیں اور کچھ مدینہ کے رہنے والے پکے ہو گئے ہیں نفاق میں تم نہیں جانتے ان کو ہم جانتے ہیں انہیں عذاب دیں گے انہیں دوبارہ پھر وہ لوٹائے جائیں گے بڑے عذاب کی طرف۔

تفسیر روح المعانی وغیرہ میں ہے' انہیں دو عذاب دیئے جائیں گے' پہلا عذاب تو یہ دیا گیا کہ انہیں رسوا کیا گیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہے۔

قام رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة خطيبا" فقال قم يا فلان فاخرج فانك منافق اخرج يا فلان فانك منافق فاخرجهم باسماء هم ففضحهم فهذا العذاب الاول والعذاب الثانی عذاب القبر○

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے جمعۃ المبارک کے دن خطبہ دینا شروع کیا' ارشاد فرمایا' اے فلاں اٹھ نکل جا تو منافق ہے دوسرے کو فرمایا اے فلاں نکل جا تو

منافق ہے تیسرے کو فرمایا اے فلاں نکل جا تو منافق ہے پس آپ ﷺ نے ان کا نام لے لے کر باہر نکالا اور ان بدبختوں کو رسوا کیا یہ ان کے لئے پہلا عذاب تھا اور دوسرا عذاب' عذاب قبر ہوگا۔

آیت نمبر6

ولونشاء لارینکھم فلعرفتھم بسیمٰھم ولتعرفنھم فی لحن القول واللہ یعلم اعمالکم (سورہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیت نمبر30 پ 26 ج 4 ص 19)

ترجمہ: اگر ہم چاہیں تو آپ کو دکھادیں گے یہ لوگ سو آپ پہچان تو چکے ہیں ان کو ان کے چہرے سے اور آپ ضرور پہچان لیا کریں گے انہیں ان کے انداز گفتگو سے اور اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم جانتا ہے تمہارے اعمال کو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **ما خفی علی النبی بعد ھذہ الایتہ احدمن المنافقین** "یعنی اس آیت کے نزول کے بعد کوئی منافق حضور پرنور ﷺ پر مخفی نہ رہا" علامہ ابن جریر طبری نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو منافقین کا علم عطا فرمادیا تھا۔

مندرجہ ذیل آیات کے تعمیل اسی وقت ہو سکتی ہے جب حضور پرنور ﷺ کو منافقین کے بارے میں پورا پورا علم ہو' **لا تصل علی احدمنھم ولا تقم علی قبرہ**(توبہ)

ترجمہ: آپ کسی منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھئے اور کسی کی قبر پر تشریف نہ لے جایئے۔

قل لن تخرجوا معی ابدا ” لن تقاتلوا معی عدوا ”

ترجمہ : اے محبوب ﷺ آپ منافقین کو فرمایئے کہ اس کے بعد تم کبھی میرے ساتھ جہاد کے لئے روانہ نہ ہو اور نہ میرے ساتھ مل کر کسی دشمن کے ساتھ جنگ کرو گے۔

علم ماکان و مایکون

آیت نمبر7

وانزل اللہ الیک الکتاب والحکمتہ وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما سورہ نساء آیت 113

ترجمہ: اور اتاری ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ' نے آپ پر کتاب اور حکمت اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے لور اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

اس آیت مقدسہ میں عنایات ربانی میں سے خاص خاص عنایات کا ذکر فرما دیا کہ آپ کو کتاب و حکمت دی لور آپ کو جملہ ان امور کا علم عطا فرمایا جن کا پہلے آپ کو علم نہ تھا آیت پاک کے اس حصہ کے جو تفسیر امام المفسرین ابن جریر طبری رحمتہ اللہ علیہ نے کی ہے اسی کے لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں فرماتے ہیں۔

و من لفضل اللہ علیک یا محمد صلی اللہ وسلم مع سائر ما تفضل بہ علیک من نعمہ انہ انزل علیک الکتاب الحکمتہ وھی ما کان فی الکتاب مجملا" ذکرہ من حلالہ و حرامتہ وامرہ و نہیہ واحکامہ ووعدہ وو عیدہ و علمک ما لم

تکن تعلم من خبر الاولین والاخرین و ما کان و ما ھو کائن(تفسیر ابن جریر صفحہ 177' جلد 5

ترجمہ : یعنی اے مصطفیٰ علیک افضل التحیۃ والثناء اللہ تعالیٰ جل جلالہ' نے اپنے بے پایاں احسانات میں سے یہ بھی خاص احسان فرمایا کہ آپ کو قرآن جیسی (عظیم) کتاب سے نوازا جس میں ہر چیز کا بیان ہے نیز اس میں ہدایت کا نور بھی ہے اور پندو نصیحت بھی۔ ایسی جامع کتاب کی بات حکمت یعنی قرآن کے حلال و حرام اور اوامر ونواہی وغیرہ کے اجمال کی تفصیل بھی نازل فرمائی نیز آپ کو ان امور کا علم عطا فرمایا جن کا پہلے آپ کو علم نہ تھا یعنی گذرے ہوئے اور آنے والے لوگوں کے جزوں کا علم جو کچھ ہو چکا (ماکان) اور جو کچھ ہونے والا (و ما ھو کائن) ہے اس کا علم بھی عنایت فرمایا امام ابن جریر علیہ الرحمتہ کے یہ الفاظ کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ' نے اپنے نبی کریم ﷺ کے "**علم ما کان وما ھو کائن**" عطا فرمایا ہے بعینہ یہی الفاظ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابو زید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ سے روایت کئے ہیں پوری حدیث بمع ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔

حدثنی ابوزید قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر و صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظھر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبر نا بما کان وبما ھو کائن فاعلمنا احفظنا

ترجمہ : ابو زید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں خطبہ ارشاد فرماتے رہے یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا حضور نبی کریم ﷺ منبر سے اترے نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ شروع کیا یہاں تک کہ عصر

کی نماز کا وقت ہو گیا۔ حضور ﷺ نیچے تشریف لائے اور عصر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر اپنا خطبہ جاری فرمایا اور یہ خطبہ غروب آفتاب تک جاری رہا اس طویل خطبہ میں (جو صبح سے شام تک جاری رہا) حضور ﷺ نے ہمیں (ماکان) جو کچھ پہلے گذر چکا تھا کی بھی خبر دی اور (ماھو کائن) جو کچھ ہونے والا تھا اس کی بھی خبر دی ہم میں سے بڑا عالم وہ ہے جسے یہ خطبہ زیادہ یاد ہے(مسلم صفحہ 290 جلد 2 مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

آیت نمبر8

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا" لکل شئی وھدی و رحمتہ وبشری للمسلمین○

(سورۃ نحل آیت 89 جلد 2)

ترجمہ: اور ہم نے اتاری ہے آپ پر یہ کتاب اس میں تفصیلی بیان ہے ہر چیز کا اور یہ سراپا ہدایت و رحمتہ ہے اور یہ مژدہ(خوشخبری) ہے مسلمانوں کے لئے۔

ہماری زندگی کے تمام گوشوں کے متعلق واضح ارشادات قرآن کریم میں موجود ہیں قانون سیاست' معاشیات' معاشرہ' اخلاق' بین الاقوامی تعلقات غرضیکہ ہر وہ چیز جس کا تعلق مومن کی زندگی کے ساتھ ہے ان سب کو قرآن پاک نے بیان فرما دیا ہے لیکن اس سے استفادہ کرنا ہر ایک کی اپنی استعداد پر موقوف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تو یہاں تک منقول ہے آپ نے فرمایا۔

لوضا عنی عقال بعیر لو جدتہ فی کتاب اللہ "یعنی میرے اونٹ کا عقال (وہ رسی جس سے پاؤں باندھے جاتے ہیں) گم ہو جائے تو میں اسے بھی کتاب اللہ تعالیٰ جل شانہ' سے پاتا ہوں۔"

علامہ ابن کثیر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے قد بین لنا فی ھذا القران کل علم و کل شئی "ہمارے لئے سارے علوم اور ساری چیزیں اس قرآن میں بیان فرما دی گئی ہیں" قال مجاھد کل حلال و حرام مجاہد نے کہا کہ ہر حلال اور ہر حرام قرآن میں بتا دیا گیا ہے اس کے بعد علامہ ابن کثیر علیہ الرحمتہ اپنی رائے لکھتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رحمتہ اللہ علیہ کا قول زیادہ جامع ہے کیونکہ تمام علوم نافیہ کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے اس میں گذرے ہوئے لوگوں کی خبریں بھی ہیں اور آنے والے واقعات کا بھی علم تھے ہر حلال و ہر حرام اور تمام وہ امور جن کی طرف لوگ اپنی دنیا اور اپنے دین' اپنی معاش اور اپنی معاد میں محتاج ہیں سب مذکور ہیں۔

و قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ اعم واشمل لان القران اشتمل علی کل علم نافع من خبر ما سبق و علم ما سیاتی و کل خلال و حرام و ما الناس الیہ محتاجون فی امر دنیاھم و دینھم و معاشھم و معادھم (تفسیر ابن کثیر)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ شعر بھی اس قول کی تائید کرتا ہے۔

جمیع العلم فی القران لکن تقاصر عنہ افہام الرجال

کہ قرآن پاک میں تو تمام علوم ہیں لیکن لوگوں کے ذہن ان کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

آیت نمبر9

وقل رب زدنی علما ○(114 سورہ طہ ج 3)

ترجمہ: اور دعا مانگا کیجئے اے میرے رب اور زیادہ کر میرے علم کو

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں قال ابن عیینہ رحمتہ اللہ علیہ لم یزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی زیادہ حتی توفاہ اللہ یعنی اس دعا کی برکت سے تادم واپسیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں اضافہ اور زیادتی ہوتی رہی۔ **و قیل هنا اشارة الی العلم اللدنی** (روح المعانی) علامہ آلوسی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس میں علم لدنی کی طرف اشارہ ہے اور علم لدنی اسے کہا جاتا ہے جو کسبی نہ ہو محض اللہ تعالیٰ جل شانہ' کی دین ہو۔

علامہ اسماعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ مصنف تفسیر روح البیان نے یہاں بڑی پیاری بات لکھی ہے۔

در لطائف قشیری رحمتہ اللہ علیہ مذکور است کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام زیادہ علم طلبید اور حوالہ بخضر کروند بے طلب پیغمبر مارا صلی اللہ علیہ وسلم دعا زیادتی علم بیاموخت و حوالہ الغیر خود نہ کرد تا معلوم شود کہ آنکہ در مکتب ادب "ادبنی ربی" سبق و قل رب زدنی علما خواندہ باشد ہر آئینہ در درسگاہ علمک مالم تکن تعلم نکتہ فعلمت علم الاولین و الاخرین بگوش ہوش مستفیدان حقائق اشیا تواند رساند علمائے انبیاء و اولیاء دردلش رخشندہ چوں شمس الضحی۔

عالم کاموزگارش حق بود
علم او بس کامل مطلق بود

ترجمہ: لطائف قشیری رحمتہ اللہ علیہ میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے علم کی زیادتی کا سوال کیا تو انہیں خضر علیہ السلام کے حوالے کر دیا گیا اور ہمارے نبی محترم ﷺ کو بن مانگے زیادتی علم کی دعا سکھادی اور اپنے سوا کسی کی طرف کسب علم کے لئے جانے کی اجازت نہ دی تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ وہ ہستی جس نے "ادبنی ربی" کے مکتب میں و قل رب زدنی علما کا سبق پڑھا ہے وہ علمک مالم تکن تعلم کی درسگاہ میں حقائق اشیاء کی جستجو کرنے والوں کے گوش ہوش میں فعلمت علم الاولین والاخرین کا نقطہ پہنچا سکتا

ہے۔

ترجمہ اشعار رومی تمام انبیاء علیہم السلام اور اولیاء علیہم الرحمتہ کے علوم آپ کے قلب مبارک میں چاشت کے سورج کی طرح چمک رہے ہیں وہ عالم جس کا استاد حق تعالیٰ جل جلالہٗ ہو اس کے علم کے کمال کا کوئی کیسے اندازہ لگا سکتا ہے۔

آخری سطروں کی وضاحت ضروری ہے تاکہ عام تعلیم یافتہ افراد بھی لطف اندوز ہو سکیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی کہ **ادبنی ربی فاحسن تادیبی** "میرے رب جل جلالہٗ نے مجھے ادب سکھایا ہے اور خوب سکھایا ہے گویا یہ وہ مدرسہ ہے جس میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم حاصل کی ہے اور اس مدرسہ کا پہلا سبق یہ ہے **وقل رب زدنی علما** "یعنی ہر وقت یہ دعا مانگو کہ اے میرے رب میرے علم میں مزید اضافہ فرما"۔ یہ مدرسہ جس کا یہ پہلا سبق ہے اسی کے فیض سے حضور ﷺ کو **علمک مالم تکن تعلم** کا مرتبہ نصیب ہوا یعنی اے حبیب مکرم ﷺ جو کچھ آپ پہلے نہیں جانتے تھے ہم نے آپ کو سکھا دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حقائق اشیاء کی تلاش کرنے والوں تک حضور پرنور ﷺ کا یہ اعلان پہنچا **فعلمت علم الاولین والاخرین** "یعنی جس تعلیم الٰہی سے مجھے پہلے لوگوں کا علم بھی حاصل ہو گیا اور بعد میں آنے والے لوگوں کا علم بھی حاصل ہو گیا۔"

آیت نمبر10

الرحمٰن○ علم القراٰن○ خلق الانسان○ علمہ البیان○ (4 سورہ رحمٰن آیت 4، ج 5)

ترجمہ: رحمٰن جل جلالہٗ نے اپنے حبیب ﷺ کو سکھایا ہے قرآن پیدا فرمایا انسان کامل (نیز) اسے قرآن کا بیان سکھایا اس آیت مبارکہ میں علم کا فعل ذکر

ہے جو دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے یعنی کس کو سکھایا اور کیا سکھایا یہاں دوسرا مفعول تو ذکر کر دیا کہ قرآن کی تعلیم' لیکن پہلا مفعول کہ کس کو تعلیم دی مذکور ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مفعول اتنا عیاں ہے کہ عدم ذکر کے باوجود کسی کو اس بارے میں تردد نہیں ہو سکتا اور وہ ہے ذات پاک محمد مصطفیٰ حبیب کبریا علیہ اطیب التحیتہ واجمل الثناء۔

حضور علیہ افضل الصلواۃ والسلام کے سوا جتنا کچھ علوم قرآنیہ سے کس کو حصہ ملا ہے وہ سب حضور ﷺ کے واسطہ سے اور حضور پرنور ﷺ کے طفیل ملا ہے۔

ذرا غور فرمایئے متعلم محمد ابن عبداللہ روحی و قلبی فداہ ہے اور معلم خود خالق ارض و سما ہے۔ شاگرد کا امی اور استاد عالم الغیب والشھادۃ ہے۔ اور پڑھایا کیا ہے؟ قرآن؟ کونسا قرآن؟ جو سراپا رحمت ہے جو مجسم ہدایت ہے جو نور علی نور ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ جل جلالہ' فرماتا ہے ھذا بیان للناس وھدی و موعظتہ للمتقین۔ جس کے بارے میں ارشاد خداوندی جل جلالہ ہے لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (کوئی خشک و تر چیز ایسی نہیں جس کا ذکر اس کتاب مبین میں موجود نہ ہو) اس تعلیم سے جو بحر بے پیدا کنار اس صدر منشرح میں موجزن ہوا اس کا کون اندازہ لگا سکتا ہے خلیفتہ اللہ فی الارض آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا علم ادم الاسماء کلھا اور خلیفتہ اللہ فی العالم کے بارے میں فرمایا علم القرآن ببیں تفاوت راہ از کجا است تابکجا

خلق الانسان کے متعلق بعض علماء کا خیال ہے کہ اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ قول بھی منقول ہے کہ "الانسان" سے مراد حضور نبی مکرم ﷺ ہیں' قال ابن عباس رضی اللہ عنہ ایضا وابن کیسان الانسان ھھنا یراد بہ محمد (قرطبی)

علامہ ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

جاز ان یقال خلق الانسان یعنی محمد ﷺ علمہ البیان یعنی القران فیہ بیان ما کان و ما یکون من الازل الی الابد یعنی یہ درست ہے کہ یہاں انسان سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں اور علمہ البیان سے قرآن مراد ہو جس میں ما کان وما یکون جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہو رہا ہے ازل سے ابد تک کا بیان ہے۔

آیت نمبر11

ارشاد الٰہی جل جلالہ ہے الم نشرح لک صدرک (سورہ الشرح ج 5)

ترجمہ: کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا۔

علامہ سید محمود آلوسی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ الشرح اصل میں کشادگی اور فراخی کا مفہوم ادا کرتا ہے کسی الجھی ہوئی اور مشکل بات کی توضیح کو بھی شرح کہتے ہیں فرماتے ہیں کہ شرح کے لفظ کا استعمال دلی مسرت اور قلبی خوشی کے لئے بھی ہوتا ہے آخر میں لکھتے ہیں۔

وقد یراد بہ تائید النفس بقوۃ قدسیہ وانوار الہیہ بحیث تکون میدانا لمواکب المعلومات و سماء لکواکب الملکات وعرشا لانواع التجلیات و فرشا لسوانح الواردات فلا یشغلہ شان من شان و یستوی لدیہ یکون و کائن و ما کان (روح المعانی)

یعنی شرح صدر کا یہ مفہوم بھی لیا جاتا ہے کہ نفس کو قوت قدسیہ اور انوار الہیہ سے اس طرح موئید کرتا کہ وہ معلومات کے کے قافلوں کے لئے میدان بن جائے ملکات کے ستاروں کے لئے آسمان بن جائے اور گوناگوں تجلیات کے لئے عرش بن جائے جب کسی کی یہ کیفیت ہوتی ہے تو اس کو ایک حالت دوسری حالت سے مشغول نہیں کر سکتی اس کے نزدیک مستقبل، حال اور ماضی سب یکساں ہو جاتے ہیں پھر فرماتے ہیں و الانسب بمقام الامتنان

هنا ارادة هذا المعنی الاخیر اس مقام پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ' اپنے احسان کا
ذکر فرما رہا ہے اس لئے یہاں شرح صدر کا آخری معنی زیادہ مناسب ہے۔

اس تحقیق کے بعد آیت کی تشریح بایں الفاظ فرماتے ہیں۔

فالمعنی الم نفسح صدرک حتی حوی عالم الغیب والشهادة وجمع بین ملکتی الاستفادة والافادة فما صدک الملابسة بالعلائق الجسمانیة عن التباس انوار الملکات الروحانیة وما عاقک التعلق بمصالح الخلق عن الاستغراق فی شئون الحق (روح المعانی)

یعنی آیت کا معنی ہے کہ کیا ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ نہیں فرما دیا کہ
غیب و شہادۃ کے دونوں جہاں اس میں سما گئے ہیں استفادہ اور افادہ کی دو ملکتیں
جمع ہو گئی ہیں علائق جسمانیہ کے ساتھ آپ کی وابستگی ملکات روحانیہ کے انوار
کے حصول میں رکاوٹ نہیں خلق کی بہبودی کے ساتھ آپ کا تعلق معرفت
الٰہی جل جلالہ' میں استغراق رکاوٹ نہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

اس میں علوم و معارف کے سمندر اتار دے اور لوازم نبوت اور فرائض
رسالت برداشت کرنے کو بڑا وسیع حوصلہ دیا۔

آیت نمبر12

علامہ عثمانی نے الرحمٰن فسئل بہ خبیرا" وہ رحمٰن جل جلالہ' ہے سو
پوچھ اس کے بارے میں کسی واقف حال سے کی آیت کی توضیح کرتے ہوئے
لکھتے ہیں...... لیکن مخلوق میں سب سے بڑے جاننے والے حضرت محمد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں جن کی ذات گرامی میں حق تعالیٰ جل مجدہ
الکریم نے اولین و آخرین کے تمام علوم جمع فرما دیئے خدا تعالیٰ جل شانہ' کی
شانوں کی کوئی ان سے پوچھے' (حاشیہ عثمانی)

آیت نمبر 13

ارشاد الٰہی جل جلالہ ' ہے علم الانسان مالم یعلم○ (سورہ العلق 5 ' ج 5)

ترجمہ : اسی نے سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا ہے۔

انسان کو جو کچھ سکھایا ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ ' نے ہی سکھایا ہے سارے علوم و فنون ' اسرار و معارف ' انکشافات و ایجادات اسی کے بے پایاں علم کی نہریں ہیں جتنا چاہتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے ' ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو علم الاسماء اسی نے تعلیم کیا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے سینوں کو رشدوہدایت کے نور سے اسی نے منور کیا..... علامہ سید محمود آلوسی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں **والاشعار بانہ تعالی یعلمہ علیہ الصلواۃ والسلام من العلوم مالا یحیط بہ العقول مالا یخفی** یعنی اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ ' نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو اتنے علوم سکھائے جن کا احاطہ عقلیں نہیں کر سکتیں (روح المعانی)

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں **یحتمل ان یکون المراد بالانسان محمد..... فاللہ سبحانہ علم نبیہ بتلک الغطات الثلاث علوم الاولین والاخرین** (مظہری) یعنی ممکن ہے کہ اس آیت میں انسان سے مراد محمد ﷺ ہوں پس اللہ تعالیٰ جل شانہ ' نے جبرئیل علیہ السلام کے تین بار بھینچنے سے اپنے نبی مکرم ﷺ کو اولین و آخرین کے علوم سکھا دیئے۔

آیت نمبر 14

ما انت بنعمتہ ربک بمجنون (القلم- 2 ' ج 5)

ترجمہ : آپ اپنے رب جل شانہ ' کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔

علامہ عارف ربانی اسماعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ اس آیت کا ایک دوسرا

مفہوم ذکر کرتے ہیں۔

فی التا ویلات النجمیته بنعمته ربک بمستور عما کان من الازل وما سیکون الی الابد لان الجن هو الستر ما سمی الجن جنا الا لاستتاره من الانس بل انت عالم لما کان وخبیر لما سیکون فیدل علی احاطته علمه قوله علیه السلام فوضع کفه علی کتفی فوجدت برده بین ثدیی و علمت ما کان وما یکون○

ترجمہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ مجنون بمعنی مستور ہے۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ "اے حبیب ﷺ! اللہ تعالیٰ کی نعمت سے آپ پر جو ازل میں ہو چکا یا جو ابد تک ہونے والا ہے وہ مستور و پوشیدہ نہیں کیونکہ مجنون جن سے ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ انسانوں کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہوتا ہے بلکہ آپ ﷺ پر جو کچھ ہو چکا اس سے بھی واقف ہیں اور جو ہوگا اس سے بھی خبردار ہیں۔ اور حضور ﷺ کے اس علم کامل پر یہ حدیث دلالت کرتی کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا میں نے اس کی ٹھنڈک کو اپنے سینے میں پایا پس میں نے ماکان و مایکون کو جان لیا۔

آیت نمبر 15

عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول الخ (سورۃ الجن 26 ج 5)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ غیب کو جاننے والا ہے۔ پس وہ آگاہ نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو بجز اس رسول کے جس کو اس نے پسند فرمایا (غیب کی تعلیم کے لئے)۔

عالم الغیب خبر ہے اور اس کا مبتدا ہو محذوف ہے یعنی ہو عالم الغیب یہاں مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہیں۔ اس لئے حصر کا معنی پایا جائے گا یعنی

وہی غیب کو جاننے والا ہے۔ اس سے یہ پتہ چل گیا کہ کوئی انسان خواہ وہ کتنا ذہین و فطین ہو اس کے علم و عرفان کا پلہ کتنا بلند ہو۔ اس کے درجات کتنے ہی رفیع ہوں وہ غیب نہیں جان سکتا۔ نہ اپنے حواس سے نہ قوت شعور سے نہ فراست سے نہ قیاس اور عقل سے بجز اس کے کہ خداوند عالم جو عالم الغیب ہے وہ خود اس کو اس نعمت سے سرفراز فرما دے۔ یہ بھی بتا دیا کہ علم غیب کے دروازے ہر ایرے غیرے کے لئے کھلے نہیں بلکہ وہ صرف ان رسولوں کو اس نعمت سے نوازتا ہے جن کو وہ چن لیا کرتا ہے۔ یہ ہے وہ صاف اور سیدھا مطلب۔ جو اس آیت سے بغیر کسی تکلف کے سمجھ آتا ہے۔

چنانچہ علامہ بغوی لکھتے ہیں۔ "ان من یصطفیہ لرسالتہ فیظہر علی ما یشاء من الغیب" کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنی رسالت کے لئے چن لیتا ہے اس کو جس غیب پر چاہتا ہے آگاہ کر دیتا ہے۔ علامہ خازن لکھتے ہیں۔ الا من یصطفیہ لرسالتہ و نبوتہ فیظہرہ علی ما یشاء من الغیب

علامہ قرطبی کی عبارت ملاحظہ فرمایئے۔

ثم استثنی من ارتضاہ من الرسل فاودعہم ما یشا من غیبہ بطریق الوحی الیہم (قرطبی)۔

پھر ان رسولوں کو جن کو اس نے چنا ہے مستثنیٰ کر دیا ہے پس ان کو جتنا چاہا اپنے غیب کا علم بطریق وحی عطا فرمایا۔

ابوحیان اندلسی رقمطراز ہیں۔

الا من ارتضی من رسول استثناء من احد ای فانہ یظہر علی ما یشاء من ذالک یعنی من احد سے کی گئی۔ یعنی رسول مرتضیٰ کو جتنے غیب پر وہ چاہتا ہے مطلع استثناء کر دیتا ہے۔ علامہ ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس، قتادہ او

ابن زید سے اس کی یہی تفسیر نقل کی ہے۔ "الا من ارتضی من رسول فانہ یصطفیھم یطلعھم علی ما یشاء من الغیب" یعنی اللہ تعالیٰ رسولوں کو چن لیتا ہے اور انہیں غیب میں سے جتنا چاہتا ہے اس پر آگاہ کر دیتا ہے۔

علامہ زمخشری معتزلی ہیں۔ اپنے عقیدہ اعتزال کے مطابق اس آیت سے انہوں نے اولیاء کرام کی کرامات کی نفی کی ہے۔ لیکن انبیاء کے لئے علم غیب کا انکار انہوں نے بھی نہیں کیا وہ لکھتے ہیں کہ آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اپنے رسولوں کو غیب پر آگاہ کرتا ہے۔ اولیاء خواہ مرتبہ ارتضیٰ پر فائز ہوں بہرحال وہ رسول نہیں ہیں۔ اس لئے انہیں غیب نہیں ہو سکتا۔

آیت نمبر 16

وما ھو علی الغیب بضنین (سورہ تکویر 24 ج 5)

ترجمہ: اور یہ نبی غیب بتانے میں بھی ذرا بخیل نہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس آیت پر جو تفسیری حاشیہ لکھا ہے وہ آپ ﷺ کے علم غیب پر اعتراض کرنے والوں کے لئے باعث ہدایت ہو سکتا ہے' لکھتے ہیں۔

"یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیب کی خبر دیتا ہے۔ ماضی سے متعلق ہو یا مستقبل سے یا اللہ کے اسماء و صفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے اور ان چیزوں کے بتانے میں ذرا بخل نہیں کرتا۔ (تفسیر عثمانی)

احادیث طیبہ سے استدلال

اس تلمیذ رحمٰن نے اپنی زبان حق ترجمان سے ہمیں جو کچھ بتایا ہے ہم اس کو حق تسلیم کرتے ہیں اور اسی پر ہمارا ایمان ہے۔ اسی کی زبان پاک سے نکلا ہوا یہ قول طیب ہم نے سنا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت ربی عزوجل فی احسن صورۃ قال فیما یختصم الملاء الاعلی قلت انت اعلم قال فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردہ بین ثدی فعلمت ما فی السموات والارض○ (اشعۃ اللمعات صفحہ 458 جلد 3)

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا آج میں نے اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی زیارت کی ہے۔ بڑی حسین اور پیاری صورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ہتھیلی میرے کندھوں کے درمیان رکھی۔ جس کی ٹھنڈک میں نے سینے میں محسوس کی۔ پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا' اور جو کچھ زمین میں

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"پس دانستم ہرچہ در آسمانہا وہرچہ در زمین ہابود عبارت است (عبارتست) از حصول تمامہء علوم جزوی و کلی و احاطہ آں"

ترجمہ: پس جو چیز آسمانوں میں تھی اسے بھی میں نے جان لیا۔ اور چیز زمینوں میں تھی اسے بھی میں نے جان لیا (پھر فرماتے ہیں) کہ ارشاد نبوی کا مقصد یہ

ہے کہ تمام علوم جزوی و کلی مجھے حاصل ہو گئے۔ اور ان کا میں نے احاطہ کر لیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات صفحہ 459' جلد 3)

علامہ علی القاری اپنی کتاب المرقات شرح مشکوۃ میں پہلے اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہیں اس کے بعد شارح بخاری علامہ ابن حجر کا قول نقل کرتے ہیں۔ میں یہاں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے فقط علامہ ابن حجر کے قول پر اکتفا کرتا ہوں۔

قال ابن حجرای جمیع الکائنات التی فی السموات بل وما فوقھا..... والارض ھی بمعنی الجنس ای و جمیع ما فی الارضین والسبع و ما تحتھا.... یعنی اللہ تعالی اری ابراھیم علیہ الصلواۃ والسلام ملکوت السموات والارض وکشف لہ فالک و فتح علی ابواب الغیوب(المرقاۃ شرح مشکوۃ ج 1 ص 463)

ترجمہ: علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تمام کائنات جو آسمانوں میں تھی بلکہ ان کے اوپر بھی جو کچھ تھا۔ اور جو کائنات سات زمینوں میں تھی بلکہ ان کے نیچے بھی جو کچھ تھا۔ وہ میں نے جان لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلواۃ والسلام کو تو آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی دکھائی تھی اور آپ پر منکشف کیا تھا۔ اور مجھ پر اللہ تعالیٰ نے غیب کے دروازے کھول دیئے ہیں(ج 3 ص 459)

ممکن ہے اس حدیث کی سند کے بارے میں کسی کو شک ہو۔ اس لئے اس کے متعلق مشکوۃ کے مصنف کی رائے غور سے سن لیجئے۔ جو انہوں نے یہ حدیث متعدد طرق سے نقل کرنے کے بعد تحریر کی ہے۔ اگر دل میں حق پذیری کا جذبہ موجود ہو تو بفضلہ تعالیٰ یقیناً تسلی ہو جائے گی۔

رواہ احمد والترمذی و قال حسن صحیح و سالت محمد ابن اسمعیل

البخاری من هذا الحدیث فقال هذا حدیث صحیح(مشکوٰۃ شریف، کتاب الصلوٰۃ)

اس حدیث کو امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے متعلق امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا "هذا حدیث صحیح" یہ حدیث صحیح ہے۔

امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں، کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما، ما ترک شیئا یکون فی مقامہ ذالک الی قیام الساعۃ الا حدث بہ حفظہ من حفظہ و نسیہ من نسیہ قد علمہ اصحابی ہولاء وانہ یقول یکون منہ الشیئ قد نسیتہ فاراہ فاذکرہ کما یذکر الرجل وجہ الرجل اذا غاب عنہ ثم اذا راہ"

ترجمہ : ایک روز حضور رسول اکرم ﷺ ایک جگہ تشریف فرما ہوئے اور قیامت تک ہونے والی کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کا ذکر حضور ﷺ نے نہ فرمایا ہو۔ یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا۔ بھلا دیا اسے جس نے بھلا دیا۔ میرے یہ سارے صحابہ اس کو جانتے ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ کوئی ایسی شے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ جس کو میں بھول چکا ہوتا ہوں۔ تو اسے دیکھتے ہی مجھے یاد آجاتا ہے۔ (کہ حضور ﷺ نے یونہی فرمایا تھا) بالکل اس طرح جیسے تیرا کوئی واقف آدمی کافی عرصہ تجھ سے غائب رہا ہو اور جب تو اسے دیکھے تو اسے پہچان لے۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، سے ایک حدیث روایت کی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمایئے۔

عن عمر قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مقاما۔ فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اہل الجنۃ منازلہم واہل النار منازلہم حفظ ذالک من حفظہ ونسیہ من نسیہ

ترجمہ : حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ قیام فرما ہوئے اور تخلیق کائنات کی ابتداء سے لے کر اہل جنت کے اپنی منازل میں اور اہل دوزخ کے اپنے ٹھکانوں میں داخل ہونے تک کے تمام حالات سے ہمیں خبر دی۔ یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا۔ بھلا دیا اسے جس نے بھلا دیا(ج 3 ص 460)

علامہ علی القاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ طیبی کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

قال طیبی حتی غایۃ اخبر مبتدا من بدء الخلق حتی انتہی الی دخول اہل الجنۃ الجنۃ ووضع الماضی موضع المضارع مبالغۃ للتحقق المستفادۃ من قول الصادق الامین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

ترجمہ : علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں حتیٰ کا لفظ غایت کے لئے ہے۔ یعنی حضور ﷺ نے اپنے اس جامع خطبہ میں کائنات کی آفرینش سے لے کر اس وقت تک کے تمام حالات بیان فرمائے۔ جبکہ جنتی اپنے محلات میں قیام پذیر ہو جائیں گے۔ پھر فرماتے ہیں کہ جنتیوں کا جنت میں دخول کا زمانہ تو مستقبل میں ہوگا اس لئے حتی یدخل یعنی مضارع کا صیغہ استعمال ہونا چاہئے تھا۔ حدیث میں ماضی کا صیغہ حتی دخل کیوں استعمال ہوا ہے۔ اس کا جواب دیتے ہیں۔ "کیوں کہ یہ خبر دینے والا صادق (سچا) اور امین (دیانتدار) رسول ہے۔ اس نے آئندہ کے متعلق جو فرما دیا کہ ایسا ہوگا۔ اس کا ہونا بھی اتنا ہی یقینی ہے۔ جتنا اس بات کا جو پہلے ہو چکی ہے۔

ابوداؤد کی حدیث میں ہے جب خیبر پر حضور ﷺ نے حملہ کیا تو ان دنوں ایک شخص فوت ہو گیا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں جنازہ کے لئے عرض کی گئی تو رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ **صلوا علی صاحبکم** جاؤ تم اس کا جنازہ پڑھو۔ تو صحابہ کرام کے چہروں کی حالت بدل گئی تو حضور ﷺ نے فرمایا **ان صاحبکم غل فی اللہ** کہ تمہارے اس دوست نے مال غنیمت میں خیانت کی ہے۔ ہم حیران ہو گئے اور جب اس کے مل کی تلاشی لی۔ **فوجدنا خرزا" من خرز ولا ساوی درھمین** تو ہمیں اس کے سامان سے یہودیوں کے چند منکے ملے جن کی قیمت دو درھم سے بھی کم ہے (ابوداؤد) پتہ چلا نگاہ نبوت سے اتنی سی بات بھی پوشیدہ نہ تھی۔ (ج ا ص 292)

خفیات قلوب کا علم: ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ کہ احد کے درہ پر متعین تیر اندازوں نے جب دوسرے مسلمانوں کو مال غنیمت اکٹھا کرتے دیکھا تو ان کے دل میں یہ خیال گزرا کہ حضور ﷺ فرما دیں **من اخذ شیئا فھولہ** کہ جس نے جو چیز لے لی اسی کی ہو گئی اور ہم بالکل محروم رہیں۔ یہ خیال کرکے اپنی جگہ چھوڑ کر غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ حضور ﷺ نے وجہ دریافت فرمائی تو وہ کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے ان کے دل کی بات کہہ دی۔ **اظننم انا نغل ولا نقسم لکم** کیا تم نے سوچا کہ ہم مال غنیمت حاصل کریں گے۔ اور تمہیں نہ دیں گے اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وما کان لنبی ان یغل ومن یغلل یات بما غل یوم القیامۃ

نہیں ہے کسی نبی کی یہ شان کہ خیانت کرے اور جو کوئی خیانت کرے گا۔ اپنے ہمراہ خیانت کی ہوئی چیز لے آئے گا قیامت کے دن' (ج ا ص 292)

پوشیدہ خزانہ کا علم

اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے زر فدیہ روانہ کیا چچا عباس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ جانتے ہیں کہ میں مسلمان ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کے اسلام کو جانتے ہیں۔ اگر تمہارا دعویٰ اسلام درست ہے تو اس فدیہ کا تمہیں اچھا بدلہ مل جائے گا۔ لیکن کیونکہ تم بظاہر کفار کے ساتھ بدر میں آئے ہو۔ اس لئے فدیہ ادا کرنا پڑے گا۔ عباس نے عرض کی میرے پاس تو کچھ نہیں میں کہاں سے لاؤں۔ نبی مرسل نے فرمایا۔ **فاین المال الذی دفنته انت وام الفضل فقلت لها ان اصبت فی سفری هذا فهذا المال لبنی فضل و عبداللہ و قثم۔**

"وہ مال کہاں گیا جو تم نے اور تمہاری بیوی ام الفضل نے فلاں جگہ دفن کیا تھا۔ اور تم نے کہا تھا اگر میں اس سفر میں مارا جاؤں تو یہ مال میرے بچوں فضل، عبداللہ اور قثم کو دے دینا"۔ عباس سراپا تصویر حیرت بن کر رہ گئے اور گویا ہوئے یا رسول اللہ ﷺ **انی لا علم انک رسول اللہ ان هذا شئی ما علمه غیری وغیر ام الفضل** میں مان گیا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں کیونکہ جس چیز کی خبر آپ نے دی۔ اس کا علم تو بجز میرے اور ام الفضل کے کسی کو نہ تھا۔ چنانچہ جہاں دوسرے قیدیوں سے فدیہ لیا گیا وہاں آپ سے سو اوقیہ سونا لیا گیا۔ اس کے علاوہ وہ اپنے دونوں بھتیجوں عقیل اور نوفل اور اپنے حلیف عتبہ کا زر فدیہ بھی انہیں ہی ادا کرنا پڑا۔ (قرطبی و دیگر تفاسیر ج 2 ص 167 آیت 70 انفال)

کسی کے مرنے کی کیفیت اور کسی کی شقاوت کا علم

حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو فرمایا۔ پہلے زمانے کا بدبخت آدمی وہ تھا جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مار ڈالا اور آئندہ زمانے کا بدبخت ترین آپ کا قاتل ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی اشقی الاولین عاقر ناقۃ صالح واشقی الاخرین قاتلک (مظہری ج 2 آیت 77 اعراف)

مافی الارحام کا علم

حد ثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ھو الصادق والمصدوق ان احدکم یجمع خلقہ فی بطن امہ اربعین یوما ثم یکون فی ذالک علقۃ مثل ذالک ثم مضغۃ مثل ذالک ثم یرسل الملک فینفخ فیہ الروح و یومر باربع کلمات یکتب رزقہ واجلہ و عملہ و شقی او سعید

یعنی حضور ﷺ نے بیان فرمایا۔ اور آپ سچے ہیں کہ تم میں سے ہر شخص پیدائش کے وقت اپنی ماں کے شکم میں چالیس دن (گزرنے کے بعد وہ مضغہ ہوتا ہے۔ پھر 40 دن گزرنے کے بعد) تک رہتا ہے۔ پھر وہ علقہ بن جاتا ہے۔ پھر چالیس دن گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتے ہیں۔ جو اس میں روح پھونکتا ہے۔ اور اسکو چار چیزیں لکھنے کا امر ہوتا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ 1- اس کا رزق، 2- اس کی موت کا وقت، 3- اس کے اعمال، 4- اور یہ کہ وہ بدبخت ہے یا نیک بخت۔ (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے آگاہ کرنے سے فرشتوں کو "ما فی الارحام" کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس کی موت کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔ آیت میں جس چیز کی نفی ہے کہ مافی الاحام کو کوئی نہیں جانتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مطلع کرنے کے بغیر کوئی نہیں جان سکتا۔ (ج 3 ص 199)

سورۃ توبہ میں وھموا بما لم ینالوا (انہوں نے ارادہ کیا ایسی چیز کا جسے وہ

[illegible]

نہ پا سکے) کے تحت علامہ ابن کثیر کے حوالے سے ذکر فرمایا ہے کہ جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ تو بارہ تیرہ منافقوں نے تہیہ کر لیا کہ جب آپ ﷺ رات کو سفر کر رہے ہوں اور کسی گھاٹی کے دھانے پر پہنچیں تو دھکا دے کر گرا دیا جائے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لے جا رہے تھے۔ حذیفہ بن یمان لونٹنی کی نکیل پکڑے آگے آگے اور حضرت عمار پیچھے پیچھے۔ جب لونٹنی کھائی کے کنارے پہنچی تو بارہ آدمی جنہوں نے اپنے چہرے ڈھانپے ہوئے تھے۔ راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں للکارا تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے پوچھا تم نے انہیں پہچانا۔ عرض کی حضور وہ تو منہ ڈھانپے ہوئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا۔ **هولاء المنافقون الى يوم القيامه** یہ ازلی بدبخت ہیں۔ قیامت تک یہ بدبخت ہی رہیں گے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ اس مقصد کے لئے آئے تھے کہ مجھے کھائی میں گرا دیں انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ان کے قتل کا حکم صادر کیوں نہیں فرماتے۔ تو حکیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **لا اكره ان يتحدث العرب بينها ان محمدا" قاتل بقوم حتى اظهره الله بهم اقبل عليهم يقتلهم (ثم قال اللهم ارمهم بالدبيله قلنا يا رسول الله! ما الدبيلة؟ قال شهاب من نار يقع على نياط قلب احدهم فيهلك(ابن کثیر)**

نہیں۔ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ عرب یہ کہیں کہ محمد علیہ السلام ایک قوم کو ساتھ لے کر لوگوں سے لڑتا رہا۔ اب جب غالب آگیا تو اسی قوم کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ پھر عرض کیا اے اللہ انہیں دبیلہ کا تیر مار۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ! دبیلہ کیا ہے۔ فرمایا یہ آگ کا شعلہ ہے جو ان کی رگ دل پر پڑے گا۔ اور انہیں ہلاک کر دے گا۔ (ج 6 ص 233‘ 234)

کسی کے جنتی ہونے کا علم

امام بخاری حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ آج میرے سامنے ساری امتیں پیش کی گئیں۔ ایسے نبی بھی میرے سامنے سے گزرے جن کے ساتھ صرف ایک امتی تھا۔ جن کے ساتھ ایک امتی بھی نہیں تھا۔ پھر میں نے جم غفیر دیکھا جس نے آسمان کے کنارے کو گھیر لیا تھا۔ کہا گیا یا رسول اللہ یہ آپ کی امت ہے۔ مع ھولا سبعون الفا یدخلون الجنۃ بغیر حساب۔ ان میں (70) ستر ہزار آپ کے وہ غلام ہیں جو بغیر حساب کی جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ ﷺ کے ایک صحابی جن کا نام عکاشہ بن محصن تھا۔ آگے بڑھے اور عرض کیا امنھم انا یارسول اللہ قال نعم کیا یا رسول اللہ میں ان میں سے ہوں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہاں تو ان میں سے ہے۔ وقام الا خرو قال امنھم انا یارسوا، اللہ فقال سبقک عکاشہ پھر دوسرا اٹھا اور پوچھا یا رسول اللہ میں ان میں سے ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تجھ سے عکاشہ سبقت لے گئے ہیں۔ (ج 5- ص 93)

جنت، شہادت اور محمود زندگی کی خوشخبری

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جو قدرتی طور پر بلند آواز تھے۔ اس آیت (یا ایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون) کے نزول سے ان پر تو گویا قیامت ٹوٹ پڑی گھر میں بیٹھے رہے۔ دروازہ کو قفل لگا دیا۔ اور دن رات زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ مرشد کریم نے جب ایک دو روز ثابت کو نہ دیکھا تو ان کے بارے دریافت کیا۔ عرض کیا گیا کہ انہیں تو دن رات رونے سے کام ہے۔ دروازہ بند کر رکھا ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بلا بھیجا اور رونے کی وجہ پوچھی تو اطاعت شعار غلام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میری آواز اونچی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ آیت میرے حق میں نازل ہوئی ہو۔ میری تو عمر بھر کی کمائی غارت ہو گئی اس دلنواز آقا نے تسلی دیتے ہوئے یہ مژدہ جانفزا سنایا اما ترضی ان تعیش حمیدا " و تقتل شھیدا " و تدخل الجنۃ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم قابل تعریف زندگی بسر کرو اور شہید قتل کئے جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ عرض کیا

رضیت اپنے رب کریم کی اس نوازش بے پایاں پر بندہ راضی ہے۔ (روح المعانی ج 4- ص 579)

لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ

کے تحت حدیث بحوالہ امام ترمذی نقل فرمائی ہے کہ حضور علیہ السلام کے عہد مبارک میں یہ مژدہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنی زبان ترجمان سے دیا کرتے تھے جس طرح متعدد صحابہ کرام کو حضور علیہ السلام نے صراحۃ جنتی ہونے کی خوشخبری دی چنانچہ فرمایا۔

ابوبکر فی الجنۃ و عمر فی الجنۃ و عثمان فی الجنۃ وعلی فی الجنۃ والزبیر فی الجنۃ وعبدالرحمن بن عوف فی الجنۃ و سعد بن ابی وقاص فی الجنۃ و سعید بن زید فی الجنۃ وابوعبیدہ بن جراح فی الجنۃ۔ (ترمذی ج 2- ص 316)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ **اما انک یا ابابکر اول من یدخل الجنۃ من امتی** (ابوداؤد) اے ابوبکر تم میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگے۔ حضرت حسنین کریمین کے متعلق فرمایا۔ **سید اشباب اہل الجنۃ۔** جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

اثبات علم غیب پر حدیث تقریری

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں۔ ایک روز فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ کہ آپ نے پوچھا تم میں سواد بن قارب ہے۔ آئندہ سال آپ نے یہی سوال دہرایا۔ میں نے عرض کی سواد کون ہے۔ فرمایا ان کے ایمان لانے کا واقعہ بڑا عجیب و غریب ہے۔ اس اثناء میں حضرت سواد ہی آ پہنچے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے سواد اپنے ایمان لانے کا واقعہ بیان کرو۔ سواد بولے اے امیرالمومنین میں ہند میں تھا اور ایک جن میرا تابع تھا۔ ایک شب میں سویا ہوا تھا۔ اس نے آکر مجھے خواب میں کہا۔ اٹھو اور میری بات سنو! اللہ تعالیٰ نے قبیلہ لوی بن غالب سے ایک نبی مبعوث فرمایا ہے۔ دوڑو اور اس پر ایمان لاؤ۔ تین رات یوں ہی ہوتا رہا۔ اس کے بار بار کہنے کی وجہ سے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی۔ میں اونٹنی پر سوار ہوا اور مکہ مکرمہ پہنچا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آس پاس حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا مرحبا بک یا سواد بن قارب قد علمنا ما جاء

بک اے سواد خوش آمدید جو تجھے لے آیا ہم اس کو بھی جانتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے چند شعر عرض کئے ہیں۔ اجازت ہو تو پیش کروں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت دی انہوں نے قصیدہ پیش کیا۔ ابتداء میں اپنے خواب کا واقعہ بیان کیا۔ آپ بھی سنئے

فاشهد ان الله لا رب غيره   وانك مامون على كل غائب

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے بغیر کوئی رب نہیں ہے اور آپ کو ہر قسم کے غیبوں کا امین بنایا گیا ہے۔

وانك ادنى المرسلين وسيلة   الى الله يا ابن الاكرمين الاطائب

اے بزرگوں لور پاکبازوں کے فرزند تمام رسولوں سے آپ کا وسیلہ اللہ تعالٰی کی جناب میں بہت قریب ہے۔

فمرنا بما ياتيك يا خير مرسل   وان كان فيما جاء شيب الذوائب

جو وحی آپ کے پاس آتی ہے آپ ہمیں اس کا حکم دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کے حکم میں ہمارے بال ہی سفید ہو جائیں۔

وكن لي شفيعا " يوم لا ذو شفاعة   سواك بمغن عن سواد بن قارب

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس روز سواد بن قارب کی شفاعت فرمایئے۔ جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بغیر کسی کی شفاعت کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر سن کر فرمایا۔ **افلحت یا سواد**۔ اے سواد تو دونوں جہانوں میں کامیاب ہو گیا۔ امیرالمومنین نے پوچھا کیا وہ جن اب بھی تمہارے پاس آتا ہے۔ عرض کی جب سے میں نے قرآن پڑھنا شروع کیا پھر نہیں آیا۔ میں خوش ہوں کہ مجھے جن کے عوض قرآن کریم جیسا صحیفہ ہدایت مل گیا۔ (ج 4۔ ص 490 آیت 29' سورۃ الاحقاف)

علم رسالت کے متعلق علامہ بوصیری کا عقیدہ

فان من جودک الدنیا وضرتہا

ومن علومک علم اللوح والقلم

یعنی دنیا و آخرت دونوں آپ کی جود و کرم کے مظہر ہیں اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

علامہ علی قاریؒ حنفی آخری مصرعہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں **علمهما ان یکون سطرا" من سطور علمه ونهرا" من بحور علمه**

یعنی لوح و قلم کا علم آپ کے علم کے دفتر کے ایک سطر ہے اور آپ کے علم کے سمندر کی ایک نہر ہے۔ (شرح قصیدہ بردہ قلمی کتب خانہ ضلع اٹک ج 5 ص 598)

علم رسالت پر بائبل کی گواہی

سورۃ اعراف کی آیت نمبر 157 کے تفسیری حاشیہ نمبر 206 کے آخر میں بائبل کی آیت نمبر 13 کا حوالہ ہے۔ "لیکن جب وہ سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ وہ سنے گا وہی کہے گا۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا"۔

قیامت کا علم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسھا قل انما علمھا عند ربی لا یجلیھا لوقتھا الا ھو○ ثقلت فی السموات والارض○ لا تاتیکم الا بغتۃ○ یسئلونک کانک حفی عنھا قل انما علمھا عند اللہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ (187 سورۃ الاعراف۔ ج 2 ص 108)

ترجمہ: "وہ دریافت کرتے ہیں آپ سے قیامت کے متعلق کہ کب واقع ہو گی۔ آپ کہئے کہ اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے۔ نہیں ظاہر کرے گا اسے اپنے وقت پر مگر وہی (یہ حادثہ) بہت گراں ہے۔ آسمانوں اور زمینوں میں نہ آئے گی تم پر مگر اچانک' وہ پوچھتے ہیں آپ سے گویا آپ خوب تحقیق کر چکے ہیں۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔

جس طرح موت کا وقت مخفی رکھنے میں حکمتیں ہیں اسی طرح قیامت کے دن کو بھی ظاہر نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ اس کو انتہائی طور پر پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں یہاں بھی اور اس کے علاوہ متعدد مقامات پر قیامت کے وقوع کے علم کو علم الٰہی کی طرف تفویض کیا گیا ہے' اور اس آیت میں ایک

مرتبہ فرمایا۔ انما علمها عند ربی اس کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے۔ اور دوسری مرتبہ فرمایا انما علمها عند اللہ اس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے۔ انہیں آیات طیبات کے پیش نظر اکثر مفسرین نے علم وقوع قیامت کے متعلق تصریح فرمائی ہے۔ ان اللہ تعالی قد استاثر بعلمها (کشاف وغیرہ) یعنی قیامت کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ مخصوص فرما لیا ہے۔ چنانچہ علامہ بیضاوی نے اسے ان متشابہات سے شمار کیا ہے جن کا علم ذات الٰہی سے مختص ہے۔ وہ سورۃ آل عمران کی آٹھویں آیت وما یعلم تاویله الا اللہ والراسخون فی العلم الخ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اس آیت میں جن علماء نے الا اللہ پر وقف کیا ہے انہوں نے متشابہات سے وہ اشیاء مراد لی ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے مخصوص فرمایا ہے۔

ومن وقف علی الا اللہ فسر المتشابه بما استاثر اللہ بعلمه کمدۃ بقاء الدنیا ووقت الساعة وخواص الاعداد کعدد الزبانیة او بما دل القاطع علی ان ظاہرہ غیر مراد ولم یدل علی ما ہو المراد (بیضاوی)

ترجمہ: "جن علماء نے اس آیت میں الا اللہ پر وقف کیا ہے۔ انہوں نے متشابہ کی تفسیر ان امور سے کی ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ جیسے اس دنیا کی بقا کی مدت' قیامت برپا ہونے کا وقت زبانیہ کی تعداد نیز وہ آیات جن کا ظاہری معنی دلائل قطعیہ کے باعث مراد نہیں ہو سکتا" لیکن ان آیات سے یہ وہم پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید ان امور کے متعلق دوسرے عام لوگوں کی طرح حضور نبی کریم ﷺ بھی محض ناواقف اور بے خبر ہوں اس وہم کا ازالہ حضرت علامہ محمود آلوسی نے فرما دیا۔ اسی سابقہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

ولعل القائل بکون المتشابه مما استاثر اللہ تعالی بعلمه لا یمنع تعلیمه للنبی

صلی اللہ علیہ وسلم بواسطۃ الوحی مثلا ولا لقاء فی روع الولی الکامل منصلا لکن لا یصل الی درجۃ الاحاطۃ کعلم اللہ تعالی وان لم یکن منصلا فلا اقل من ان یکون مجملا ومنع ھذا اوذلک مما لا یکاد یقول بہ من یعرف رتبۃ النبی ورتبۃ اولیاء امتہ الکاملین (روح المعانی ج 3- ص 87)

ترجمہ: یعنی جنہوں نے متشابہ کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ امور جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے مختص فرمالیا ہے وہ بھی اس کا انکار نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی یہ امور مفصلا" سکھا دیئے ہوں یا ولی کامل کے دل میں القاء فرما دیا ہو۔ لیکن یہ تفصیل بھی اللہ تعالیٰ کے علم محیط کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ یا تفصیلا" نہیں تو اجمالا" جس شخص کو بھی سید المرسلین کی شان رفیع کا علم ہے اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیاء کاملین کے رتبہ کو جانتا ہے وہ یہ کہنے کی جرات نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حبیب مکرم ﷺ کی شان پہچاننے والی چشم بینا عطا فرمادے (آمین)۔

البتہ یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ جب ان امور کو حضور ﷺ بھی جانتے ہیں۔ تو ان امور کے علم کو ذات خداوندی سے مخصوص کرنا اور کلمات حصر کا ذکر چہ معنی دارد؟ اس شبہ کا ازالہ بھی فاضل آلوسی" نے فرما دیا۔ لکھتے ہیں

انما المنع من الاحاطۃ و من معرفتہ علی سبیل النظر و الفکر (روح المعانی ج 3 ص 87)

یعنی یہ جو فرمایا گیا ہے کہ اسے کوئی نہیں جانتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کا علم محیط نہیں یعنی اس کی تفصیلات اور پیش آنے والے واقعات کا احاطہ کئے ہوئے نہیں۔ اور کوئی نظر و فکر اور سوچ بچار سے نہیں جان سکتا۔

اسی مفسر عظیم نے دوسرے مقام پر تصریح فرمائی ہے۔

”ویجوز ان یکون اللہ تعالی قد اطلع علی حبیبہ علیہ الصلوۃ والسلام علی وقت قیامھا علی وجہ کامل لکن لا علی وجہ یحاکی علمہ تعالی بہ الا انہ سبحانہ اوجب علیہ صلی اللہ تعلی علیہ وسلم کتمہ لحکمتہ ویکون ذالک من خواصہ علیہ الصلوۃ والسلام“ (روح المعانی ج 6 ص 113)

یہ بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو قیامت کے وقت سے کامل طور پر آگاہ فرما دیا ہو۔ لیکن وہ کمل علم ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم محیط و مکمل کے مساوی ہو سکتا ہو۔ اور پھر اپنے رسول مکرم کو کسی حکمت بالغہ کے پیش نظر مخفی رکھنے کا حکم دے دیا ہو۔ (ج 6 ص 110)

بعض علماء کرام کے کلام میں جب یہ تصریح نظر سے گذرے کہ اس کا علم کسی نبی کسی مقرب فرشتہ کو بھی نہیں دیا گیا تو خیال رہے کہ اس سے مراد علم محیط و مکمل ہے۔ جو ذات باری کی شان شایان ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مطلق علم بھی عطا نہیں فرمایا۔ (واللہ تعالی اعلم و علمہ اتم ج 6 ص 110)

روح کی حقیقت کا علم

تحت آیت یسئلونک عن الروح (ج 2 ص 682)

امام فخرالدین رازی اور ان کی تتبع کرتے ہوئے علامہ سید آلوسی صاحب روح المعانی نے اپنی اپنی تفاسیر میں علماء عقل و نقل کی آراء کو (جو روح کے متعلق تھی) یکجا بیان کر دیا ہے۔ ان تفصیلات کا تذکرہ طویل کا باعث ہوگا۔ اس لئے میں اس کے بیان سے صرف نظر کرتا ہوں۔ لیکن ایک چیز کی طرف قاری کی توجہ مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم کو روح کی حقیقت پر مطلع فرمایا تھا، یا نہیں؟ اس کے متعلق جو امام

رازی نے لکھا ہے وہی پیش خدمت ہے۔

انہ تعالی قال فی حقہ الرحمن علم القران وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما وقال قل رب زدنی علما وقال فی صفتہ القران ولا رطب ولا یبس الا فی کتاب مبین وکان علیہ الصلوۃ والسلام یقول ارنا الاشیاء کما ھی فمن کان ھذا حالہ وصفتہ کیف یلیق بہ ان یقول انا لا اعرف ھذہ المسئلہ مع انھا من المسائل المشہورہ المذکورہ بین جمہور الخلق بل المختار عندنا انھم سالوہ عن الروح وانہ صلی اللہ علیہ وسلم اجاب عنہ علی احسن الوجوہ

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی شان میں فرمایا ہے **الرحمن علم القرن** رحمٰن نے قرآن سکھایا۔ اور **وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما** اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ سب کچھ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے پھر حکم دیا کہ دعا مانگو "رب زدنی علما" اے اللہ میرے علم کو زیادہ فرما۔ اور قرآن کی صفت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ **ولا رطب (الایتہ)** کوئی تر اور خشک چیز ایسی نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام دعا کرتے تھے۔ اے اللہ ہمیں تمام چیزیں اس طرح دکھا جس طرح وہ حقیقت میں ہیں تو جس ذات کی یہ شان اور صفت ہو اس کے لئے کب مناسب ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں اس مسئلہ کو نہیں جانتا۔ حالانکہ یہ مسئلہ مشہور مزکور مسئلوں میں سے ہے ہمارے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے کہ انہوں نے روح کے متعلق دریافت کیا۔ اور حضور ﷺ نے کما حقہ جواب دیا۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتیؒ اس آیت کے ضمن میں بڑی تفصیلی بحث کے بعد لکھتے ہیں **وھذہ الایہ لا تقتضی نفی العلم بالروح للنبی صلی اللہ علیہ وسلم**

ولاصحاب البصائر من اتباعہ کہ اس آیت سے لازم نہیں آتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارباب بصیرت اطاعت کیشوں کو روح کا علم نہ تھا۔ کیونکہ ان نفوس قدسیہ کا علم صرف حواس اور کسب و اکتساب سے ہی حاصل نہیں ہوتا بلکہ حواس اور کسب و اکتساب کے بغیر اشیاء کے حقائق کا علم انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کیا جاتا ہے۔ ان کے دلوں کے کان ہیں جن سے وہ ایسی باتیں سنتے ہیں جو ظاہری کان نہیں سن سکتے، ان کے دل کی آنکھیں ہیں جن سے وہ چیزوں کو دیکھتے ہیں۔ جنہیں یہ ظاہری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ اس کے بعد علامہ موصوف نے یہ حدیث مشہور نقل کی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ (الحدیث)

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ بندہ نفلی عبادتوں کے ذریعے میرے نزدیک ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں ہی اس کی قوت سمع بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اور قوت بینائی بن جاتا ہوں۔ جس سے وہ دیکھتا ہے (تفسیر مظہری)

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے روح کے معنی پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اطباء کے نزدیک روح کی تعریف یہ ہے۔

جسم لطیف منبعہ تجویف القلب الجسمانی لنشر بواسطہ العروق الضوارب الی سائر اجزاء البدن

کہ روح ایک جسم لطیف ہے جس کا منبع تجویف قلب ہے جو بدن میں پھیلی ہوئی

رگ و ریشہ کے ذریعے جسم کی ہر چیز میں سرایت کر جاتا ہے اور علماء حقیقت کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے۔

ھو اللطیفۃ العالمۃ المعرکۃ من الانسان ھو الذی ارادہ اللہ تعالی بقولہ قل الروح من امر ربی و امر مجیب ربانی تعجز اکثر العقول والافہام عن درک حقیقتہ۔ یعنی یہ ایک لطیفہ ہے جو علم اور ادراک کی صلاحیت رکھتا ہے اس کے متعلق اس آیت میں اشارہ ہے۔ **قل الروح من امر ربی** اور یہ اللہ تعالٰی کے رازوں میں سے ایک عجیب راز ہے۔ جس کی حقیقت کو سمجھنے سے بیشتر عقلیں قاصر ہیں۔

علامہ بدر الدین عینی شارح بخاری کا فتویٰ

ان لوگوں کا رد کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روح کا علم نہیں دیا گیا' لکھتے ہیں۔

قلت وجل منصب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو حبیب اللہ وسید خلقہ ان یکون غیر عالم بالروح و کیف و قد من اللہ علیہ بقولہ وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما (عمدۃ القاری شرح بخاری ج 2 ص 20)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ جو اللہ تعالیٰ کے حبیب اور اس کی ساری مخلوق کے سردار ہیں آپ کا منصب اس سے بلند ہے کہ آپ ﷺ کو روح کا علم نہ ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر احسان کرتے ہوئے فرمایا۔ وعلمک مالم تکن تعلم (آلایتہ)۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر وہ بات سکھا دی جو آپ نہیں جانتے تھے اور (اے محبوب)p آپ کے رب کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

حروف مقطعات کا علم

حضرت علامہ آلوسی رحمتہ اللہ علیہ نے حروف مقطعات کی تحقیق کرتے ہوئے سورۃ بقرہ میں لکھا ہے۔

فلا یعرفہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا الاولیاء الورثۃ لهم یعرفونہ من تلک الحضرۃ وقد تنطق لهم الحروف کما کانت تنطق لمن سبح فی کفہ الحصی۔ یعنی ان حروف کا صحیح مفہوم نبی کریم ﷺ جانتے ہیں اور اولیاء کاملین، ان کو یہ علم بارگاہ رسالت سے عطا ہوتا ہے۔ بعض اوقات یہ حروف خود اپنے اسرار کو اولیاء کرام سے بیان کر دیتے ہیں۔ جیسے یہ حروف اس ذات پاک سے گویا ہوتے تھے جسکی ہتھیلی میں کنکریوں نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی تھی۔

علامہ اسماعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ "الٓمٓ" پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فعلم هذه الحروف بلوازمها وحقائقها مفوض فی الحقیقۃ الی اللہ والرسول وکمل الورثۃ۔

ترجمہ: ان حروف کا علم اپنے لوازمات اور حقائق کے ساتھ حقیقت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم اور کامل اولیاء کے سپرد ہے۔

علوم خمسہ کا بیان

ان اللہ عندہ علم الساعۃ و ینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام و ما تدری نفس ما ذا تکسب غدا و ما تدری نفس بای ارض تموت' ان اللہ علیم خبیر ○

ترجمہ: بے شک اللہ کے پاس ہی ہے قیامت کا علم اور وہی اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ (ماؤں) کے رحموں میں ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائے گا۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں مرے گا۔

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قال ابن عباس ھذہ الخمسۃ لا یعلمھا الا اللہ ولا یعلمھا ملک مقرب

ولا نبی مرسل فمن ادعی انہ یعلم شیا من ھذہ کفر بالقران لانہ خالفہ ثم ان الانبیاء یعلمون کثیرا من الغیب بتعریف اللہ تعالی ایاھم والمراد ابطال کون الکھنتہ والمنجمین ومن یستسقی بالانواء

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ یہ پانچ چیزیں وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا حتی کہ کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی نبی مرسل بھی انہیں خود بخود نہیں جان سکتا جس نے ان اشیاء کے جاننے کا دعویٰ کیا اس نے قرآن کریم کا انکار کیا ہے۔ کیونکہ اس نے قرآن کریم کی مخالفت کی انبیاء کرام ان امور غیبیہ میں سے بہت کچھ جانتے ہیں۔ انکا یہ جاننا اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور سکھانے سے ہے اس آیت سے مراد (انبیاء کرام کے علوم کی نفی نہیں) کاہنوں نجومیوں اور جو لوگ بارش کے نزول کو مخصوص ستاروں کے طلوع و غروب سے وابستہ سمجھتے ہیں ان کی تردید ہے۔

علامہ موصوف اس کے بعد لکھتے ہیں کہ کبھی کبھی طویل تجربہ کے باعث حمل میں لڑکا یا لڑکی ہونے کا علم ہو جاتا ہے لیکن اسے علم یقینی نہیں کہا جاسکتا۔ بڑے بڑے تجربہ کاروں کے تخمینے غلط ثابت ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بات کی تصدیق ہوتی ہے۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رقمطراز ہیں

انما جعل العلم لله والدراية للعبد لان فيها معنى الحيلة ليشعر بالفرق بين العلمين۔ في القاموس دريته علمته او بضرب من حيلة فيه اشارة الى ان العبد ان عمل حيلته وبذل فيها وسعه لم يعرف ما هولا حق به من كسبه وعاقبته فكيف بغيره ما لم يحصل له علم بتعليم من الله تعالى بتوسط الرسل او بنصب دليل عليه

ترجمہ: آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف علم کی نسبت کی گئی ہے۔ اور بندے کے لئے درایت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ درایت اس جاننے کو کہتے ہیں جس میں ذاتی حیلہ اور غور و فکر کا دخل ہو۔ اس سے دونوں علموں

(درایت اور علم) کا فرق معلوم ہو جاتا ہے قاموس میں ہے۔ دریته علمته او بضرب من حیلته کی درایت کا معنی جاننا یا حیلہ اور فکر و نظر سے کسی چیز کو سمجھنا آیت میں اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ بندہ خواہ کتنا ہی حیلہ کرے اور اپنی ساری ظاہری و باطنی قوتوں کو صرف کردے وہ ان چیزوں کو بھی نہیں جانتا جن کا تعلق اس کے ذاتی کسب اور انجام سے ہے۔ تو وہ دوسری چیزوں کو کیسے جان سکتا ہے۔ ان امور کے جاننے کی ایک ہی صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا علم سیکھا دے۔ خواہ رسولوں کے ذریعے یا اس پر دلائل قائم کرکے۔

علامہ ابن کثیر نے ایک فقرے میں ساری الجھنوں کا خاتمہ کر دیا لکھتے ہیں۔

هذه مفاتیح الغیب التی استاثر الله تعالی بعلمها ولا یعلمها احد الا بعد اعلامه تعالی بها۔

یعنی یہ امور خمسہ مفاتیح الغیب (غیب کی کنجیاں) ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ مختص کر لیا ہے۔ پس انہیں کوئی نہیں جان سکتا سوائے اس بات کے کہ اللہ تعالیٰ اس کا علم سکھا دے علامہ آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری میں قرطبی کا یہ قول نقل کیا ہے۔

من ادعی علم شئی من الخمس غیر مسنده الی رسول الله صلی الله علیه وسلم کان کاذبا فی دعواه۝

یعنی اگر کوئی شخص ان پانچ امور میں سے کسی کے جاننے کا دعویٰ کرے اور یہ نہ کہے کہ یہ علم مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ملا ہے تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہوگا۔

ان تصریحات سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ امور غیبیہ کے

متعلق یہ خیال کہ کوئی خواہ وہ کتنا رفیع المرتبت ہو خود بخود انہیں جان لیتا ہے یہ کذب صریح اور افتراء محض ہے۔ بلکہ قرآن کریم کی آیات کثیرہ کا انکار ہے اسی طرح یہ گمان کرنا کہ ان امور کو اللہ تعالیٰ کے جتانے سے بھی کوئی نہیں جانتا۔ یا سرور کون و مکان فخر زمین و زمان صلی اللہ علیہ وسلم کے خداداد علوم غیبیہ کثیرہ کا انکار بھی سراسر جہالت اور بد نصیبی ہے۔ اور آیات کثیرہ اور احادیث عدیدہ کا انکار ہے۔

ان آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ لکھتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور انبیاء واولیاء کو غیب کا علم اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے بطریق معجزہ و کرامت عطا ہوتا ہے یہ اس اختصاص کے منافی نہیں اور کثیر آیتیں اور حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں بارش کا وقت' حمل میں کیا ہے' اور کل کو کیا کرے گا اور کہاں مرے گا۔ ان امور کی خبریں بکثرت اولیاء و انبیاء نے دی ہیں اور قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں نے حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی اور حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خبریں دیں۔ تو ان فرشتوں کو بھی پہلے سے معلوم تھا کہ ان حملوں میں کیا ہے اور ان حضرات کو بھی جنہیں فرشتوں نے اطلاعیں دی تھیں۔ اور سب کا جاننا قرآن کریم سے ثابت ہے تو آیت کے معنی قطعاً" یہی ہیں کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے کوئی نہیں جانتا۔ اس کے معنی یہ لینا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بھی کوئی نہیں جانتا محض باطل لور آیات و احادیث کے خلاف ہے
(خزائن العرفان)

امید ہے ان تفصیلات سے اہل سنت کے متعلق طرح طرح کی جو غلط فہمیاں پیدا کرنے کی مذموم کوشش کی جاتی ہے بفضل اللہ ان کا ازالہ ہو جائے گا۔

واقعہ افک سے حضور ﷺ کے علم پر شبہ اور اس کا ازالہ

اس واقعہ پر حضرت ضیاء الامت مدظلہ العالی نے بڑے شرح وبسط کے ساتھ اطمینان بخش اور ایمان افروز بحث سورۃ نور کے ضمن میں فرمائی ہے۔ حق کے متلاشیوں کو ضیاء القرآن جلد سوم کے مطالعہ کی دعوت دیتا ہوں۔ نیز میرے موضوع کے متعلق جو لکھا گیا ہے وہ پیش خدمت ہے سوال یہ ہے کہ آیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی رفیقہ حیات کی پاکدامنی اور عفت کا علم وحی سے پہلے تھا یا نہیں؟

حضرت امام رازی رحمتہ اللہ علیہ تصریح فرماتے ہیں کہ وحی کے نزول سے پہلے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کی پاک دامنی کا علم تھا۔ کیونکہ نبیؑ کا ایسے عیوب سے پاک ہونا جو لوگوں کو اس سے متنفر کر دیں ضروریات عقلیہ میں سے ہے۔ جیسے اس کا جھوٹا ہونا، کمینہ خاندان کا فرد ہونا، اس کے والدین کا تہمت زنا سے متہم ہونا اس طرح اس کی اہلیہ کی عصمت کا مشکوک ہونا اگر نبی میں ان عیوب میں سے کوئی ایک عیب بھی پایا جائے تو

لوگ اس سے متنفر ہو جائیں گے اور اس کی بعثت کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔

”ان کونہا زوجتہ للرسول صلی اللہ علیہ وسلم المعصوم یمنع من ذالک لا ن الانبیاء مبعوثون الی الکفار لیدعوھم و یستعطفوھم لوجب ان لا یکون منھم ماینفرھم عنھم وکون الانسان بحث تکون زوجتہ مسافحتہ من اعظم المنفرات (تفسیر کبیر)

لام موصوف نے اپنے اس کلام پر دو شبہے پیش کئے ہیں اور خود ہی جواب دیا ہے۔

(1) نبی کی بیوی کا کافر ہونا قرآن سے ثابت ہے۔ اور کفر زنا سے زیادہ سنگین جرم ہے اگر نبی کی اہلیہ سے کفر جیسے سنگین جرم کا ارتکاب ہو سکتا ہے تو اس سے کم درجہ کے گناہ کا صدور بھی ممکن ہے۔ اس کا جواب فرمایا کہ بیوی کا کفر لوگوں کو متنفر نہیں کرتا۔ البتہ اس کے دامن عصمت کا داغدار ہونا لوگوں کو بلاشبہ متنفر کر دیتا ہے۔

(20) دوسرا شبہ یہ ذکر کیا ہے کہ اگر حضور علیہ الصلواۃ والسلام کو علم ہوتا تو آپ ﷺ اتنا عرصہ پریشان کیوں رہتے۔ اس کے رد میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کا پریشان ہونا عدم علم کی دلیل نہیں کفار کی ایسی باتیں جن کا بطلان اظہر من الشمس تھا وہ سن کر بھی حضور ﷺ پریشان ہوتے۔ ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون

نیز حضرت عائشہ کی پاکدامنی ایک مسلمہ حقیقت تھی۔ جس کے متعلق کسی کو ادنیٰ شبہ بھی نہ تھا۔ الزام لگانے والے سارے منافق تھے۔ اور ان کے پاس اس الزام کو ثابت کرنے کے لئے کوئی ثبوت نہ تھا۔ ان قرائن کے

ہوتے ہوئے ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ نزول وحی سے پہلے بھی اس الزام کا جھوٹا ہونا حضور ﷺ کو بخوبی معلوم تھا۔ "فلمجموع هذه القرائن كان فالك القول معلوم الفساد قبل نزول الوحی" (کبیر) اس کے علاوہ جو خطبہ حضور کریم ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا تھا۔ اس کا یہ جملہ سارے شک و شبہ کو دور کر دینے کے لئے کافی ہے۔

یا معشر المسلمین من یعذرنی من رجل قد بلغنی اذاه فی اهل بیتی فوالله ما علمت علی اهلی الا خیرا"

"اے گروہ مسلمانان! مجھے اس شخص کے معاملہ میں کون معذور تصور کرے جس نے مجھے میرے اہل خانہ کے بارے میں اذیت پہنچائی۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں اپنے اہل کے متعلق خیر کے بغیر اور کچھ نہیں جانتا"۔

بالاتفاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ خطبہ نزول آیات سے پہلے کا ہے۔ اپنے اہل بیت کی برات حلف اٹھا کر بیان فرمائی اور مفتری سے انتقام لینے کا حکم دیا۔ اور حضور ﷺ کا حلف اٹھانا اور مفتری سے انتقام لینے کا حکم دینا اسی وقت تصور کیا جاسکتا ہے جب حضور ﷺ کو حضرت عائشہ کی پاکیزگی اور الزام لگانے والوں کے جھوٹے ہونے کا یقینی علم ہو اگر حضور علیہ السلام کو ذرہ بھی تردد ہوتا تو حضور ﷺ قطعاً نہ حلف اٹھاتے اور نہ مفتری کو سزا دینے کی ترغیب دیتے آج کل بھی بعض لوگ بڑے سوقیانہ انداز میں اس واقعہ کو عام جلسوں میں بیان فرماتے ہیں اور اپنے نبی پاک ﷺ کی بے علمی ثابت کرنے کے لئے عجیب و غریب موشگافیاں کرتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ کو علم ہوتا تو رنجیدہ خاطر کیوں ہوتے۔ اگر علم ہوتا تو صاف الفاظ میں حضرت عائشہ

کی برات کا علان کیوں نہ کر دیتے وغیرہ۔ جنہیں سن کر دل درد سے بھر جاتا ہے اور کلیجہ شق ہونے لگتا ہے لور یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ صاحب جو اپنا سارا زور بیان اور قوت استدلال اپنے نبی ﷺ کی بے علمی ثابت کرنے کے لئے صرف کر رہے ہیں۔ ان کا اس نبی مکرم ﷺ سے قلبی تعلق نہ سہی رسمی تعلق بھی ہوتا تو وہ ایسا کہنے کی جرات نہ کرتے وہ خود سوچیں اگر ان کی بہو بیٹی پر ایسا بہتان لگایا جائے۔ یا خود ان کی اپنی ذات کو ہدف بنایا جائے اگرچہ انہیں اپنی پاک دامنی کا حق الیقین بھی ہو تو کیا ان کا جگر چھلنی نہیں ہو جائے گا نزول وحی میں تاخیر کی جو حکمتیں ہیں ان کا آپ کیا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ابتلاء میں شدت اس کی مدت میں طوالت بایں ہمہ صبر و استقامت کا مظاہرہ ان تمام امور میں بھی لطف ہے۔ اس کی قدر و منزلت اہل محبت ہی جانتے ہیں۔

منکرین خداداد علم مصطفیٰ ﷺ کے استدلالات اور ان کی حقیقت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا ما یوحی الی قل ھل یستوی الاعمی والبصیر فلا تتفکرون○

(سورۃ الانعام' آیت نمبر 50)

ترجمہ: آپ فرمائیے کہ میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ خود بخود جان لیتا ہوں غیب کو اور نہ یہ کہتا ہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں نہیں پیروی کرتا میں مگر وحی کی۔ جو بھیجی جاتی ہے میری طرف آپ فرمائیے کہ کبھی برابر ہو سکتا ہے اندھا اور دیکھنے والا تو تم غور و فکر نہیں کرتے۔

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ کے صرف الفاظ پر نظر رکھی جائے اور دوسری آیات بینات اور مفہومات سے دل و دماغ کی آنکھیں میٹ لی جائیں اور اس آیت مبارکہ کے نزول کی وجہ اور اس کے پس منظر کو مدنظر نہ رکھا جائے۔ تو یہی سمجھ آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرما رہے ہیں کہ میں غیب نہیں جانتا میرے ہاتھ اللہ تعالیٰ کے خزائن سے خالی ہیں' میرے پاس کچھ بھی نہیں' لیکن یہ مفہوم و مطلب دوسری آیات بینات کے بالکل مخالف ہے۔ حلانکہ قرآنی آیات ایک دوسری کی وضاحت و تفسیر تو ہیں لیکن

متضاد و مخالف نہیں۔

علماء اجلہ سلف صالحین اور مفسرین کرام کے حوالہ سے حضرت ضیاء الامت مدظلہ العالی نے جو اس کی تفسیر و تشریح تحریر فرمائی ہے' اسے پڑھ کر شک و شبہ کی تمام گھٹائیں چھٹ جاتی ہیں اور حقیقت کا افتاب درخشاں' روح و ایمان کو روشن و مستنیر کرنے لگتا ہے' لکھتے ہیں۔ "کفار مکہ کے نزدیک زندگی فقط یہی دنیوی زندگی تھی ان کی ساری کدو کاوش اور دوڑ دھوپ کا مدعا دولت' عزت اور وقار کا حصول تھا۔ وہ اسی ادھیڑبن میں اپنے دن گزارتے کہ وہ زیادہ سے زیادہ دولت مند کیسے بن جائیں۔ ان کی راتیں اسی پیچ و تاب کی نذر ہوتیں کہ وہ کس طرح اپنے حریف کی عزت کو خاک میں ملا کر اپنے جاہ و جلال کا پرچم لہرائیں۔ علاوہ ازیں شرف انسانی کا تصور ان کے ذہن میں موجود نہ تھا۔ وہ خود اور ان کے اردگرد بسنے والے انسان جن سے ان کو عمر بھر کا واسطہ پڑا تھا کسی طرح بھی وحشی درندوں سے بہتر نہ تھے بھلا وہ انسان جس کے ہاتھ غریبوں اور مسکینوں کو لوٹتے وقت نہ لرزیں اپنے قریبی رشتہ داروں کو قتل کرتے وقت نہ کانپیں' جن کے کان زندہ درگور ہونے والی بچیوں کی جگر دوز آہ و فغاں سن رہے ہوں اور ان کے دل ٹس سے مس نہ ہوں۔ راہزنی اور غارت گری جن کا پیشہ ہو اور جوا بازی اور شراب خوری جن کی تفریح طبع کا سامان ہو' بدکاری اور بدمعاشی جن کا روز کا مشغلہ ہو وہ کوئی شریف چیز نہیں ہو سکتا۔ انسان کے متعلق ایسا تصور قائم کرنے میں وہ معذور بھی تھے۔ کیونکہ انسان نام کا جو جانور انہیں دکھائی دے رہا تھا وہ انہیں لغویات اور خرافات کا مجسمہ تھا اس لئے ان کو یہ بات سمجھانا آسان نہ تھا کہ انسان بھی منصب رسالت پر فائز ہو سکتا ہے یہ ان کی ذہنیت تھی اور اس سے بلند تر فضا میں پرواز کرنے کی ان مرغ فکر میں ہمت ہی نہ تھی جب رحمت

عالمیاں ﷺ تشریف فرما ہوئے اور دعوت اسلام کا آغاز کیا تو یہ لوگ نادان بچوں کی طرح اپنے ایمان لانے کے لئے ایسی شرطیں لگانے لگے جس سے ان کی مالی حالت بہتر ہو جائے کہا کرتے۔ یہ ہمارے تپتے ہوئے صحرا گلشن و گلزار بنا دیجئے۔ ان میں ندیاں بہنے لگیں اور چشمے ابلنے لگیں اور سرسبز و شاداب کھیت لہلہانے لگیں تو ہم جانیں کہ آپ سچے نبی ہیں اور آپ پر ایمان لانے سے ہمیں فائدہ ہوا اور اگر ہماری معاشی بدحالی جوں کی توں ہی رہے تو پھر آپ کو نبی ماننے سے ہمیں کیا فائدہ؟ اور اگر یہ نہیں کرتے تو اتنا ضرور کیجئے کہ ہمیں بتا دیا کرو کہ اس سال فلاں جنس کا بھاؤ چڑھ جائے گا تاکہ ہم اس کا ذخیرہ کر لیا کریں اور جب نرخ تیز ہو جائے تو اس کو بیچ کر نفع کمائیں یا ہماری چوری ہو جائے تو چور کا سراغ بتائیں۔ لیکن یہ چیزیں بھی آپ نہیں کرتے تو پھر ہم خواہ مخواہ اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر کیوں اپنے آپ کو بدنام اور بے آرام کریں۔ جب وہ دیکھتے کہ یہ کھاتے پیتے بھی ہیں۔ کاروبار بھی کرتے ہیں۔ بال بچے دار بھی ہیں تو وہ کہتے کہ یہ انسان ہیں اور انسان (جس قسم کے انسان سے وہ واقف تھے) نبی کیسے ہو سکتا ہے' کفار کی اس بگڑی ہوئی اور پست ذہنیت کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کی زبان پاک سے یہ اعلان کر دیا کہ میں اس بات کا مدعی بن کر نہیں آیا کہ میں تمہارے ان ریتیلے ٹیلوں کو ہموار کر کے رشک ارم بنا دوں گا۔ خشک زمینوں میں دریا بہا دوں گا اور ہر چٹان سے چشمے ابلنے لگیں گے۔ میں تمہاری مادی خواہشات کی تکمیل کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ میں تو تمہیں اللہ تعالیٰ سے ملانے آیا ہوں۔ تمہارے ویران دلوں کو بسانے آیا ہوں۔ میں تو تمہارے گلستان حیات میں نیکی' تقویٰ پاکیزگی اور خوش اخلاقی کے سدا بہار پھول کھلانے آیا ہوں۔ مجھے اس لئے تو مبعوث نہیں کیا گیا کہ میں تمہیں چنے اور جو' کھجور اور انگور کے بھاؤ بتاؤں

بلکہ مجھے تو اعمال حسنہ کی جنس سے تمہیں آشنا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ جن کی قدر و قیمت بازار محشر میں اتنی زیادہ ہو گی جس کا تم اب تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یہ افکار کی لطافت، ارادوں کی پختگی اور حوصلوں کی بلندی، یہ اعمال کا حسن، کردار کی رعنائی اور اخلاق کی پاکیزگی، یہ علمی کمالات اور دوسرے معجزات جن کا تم مجھ میں مشاہدہ کر رہے ہو ان سب کے باوجود میں انسان ہوں فرشتہ نہیں، فرشتہ تو انسان کامل کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ تمہارے ذہنوں میں انسان کا جو گھٹیا تصور ہے وہ انسان کامل کا نہیں بلکہ بھٹکے ہوئے انسان کا تصور ہے جو نفس اور شیطان کے دام فریب میں گرفتار ہو کر اور مدت دراز تک اس کا گرفتار رہ کر اپنی مسند شرف و عزت سے محروم کر دیا گیا ہے اس لئے تم انسان کو اتنا حقیر نہ جانو۔ اپنی قدر پہچانو، اور اپنے شرف خداداد کا احترام کرتے ہوئے شیطان کے جال سے رستگاری حاصل کرنے کے لئے کوشش کرو نیز اس آیت سے اس شبہ کا ازالہ بھی کر دیا جس میں اکثر ضعیف العقل لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ذرا کسی میں کمال دیکھا جھٹ اس کے خدا ہونے کا یقین کر لیا۔ وہ ذات پاک اعلان فرما رہی ہے جس کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوا اور ڈوبا ہوا سورج پھر لوٹ آیا کہ میں خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سارے خزانے میرے قبضہ میں ہیں۔ خود بخود جسے چاہوں ان میں تصرف کروں یا مجھے غیب کا خود بخود علم ہو جاتا ہے اور بغیر اللہ کے بتلائے اور سکھائے میں ہر غیب کو جانتا ہوں۔ میرا یہ دعویٰ نہیں میرا اگر کوئی دعویٰ ہے تو فقط یہ کہ ان اتبع الا ما یوحی الی جو کچھ میری طرف وحی کیا جاتا ہے میں اس کی پیروی کرتا ہوں قول اور فعل میں، علم اور عمل میں والمعنی لا ادعی ان ھاتک الخزائن مفوضۃ الی اتصرف فیھا کیف اشاء استقلالا واستدعاء (روح المعانی)

ولست اقول انی الرب الذی لہ خزائن السموات والارض (ابن جریر) علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ یہ سارے خزانے میرے تصرف میں ہیں اور میں خود مستقلا ان میں جیسے چاہوں تصرف کرسکتا ہوں۔ خط کشیدہ دو لفظ خصوصی توجہ کے مستحق ہیں (روح المعانی) یعنی میں یہ نہیں کہتا کہ میں خدا ہوں جس کے قبضہ میں آسمانوں اور زمین کے سارے خزانے ہیں (ابن جریر)

آیت نمبر2: وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الا ھو

ترجمہ: اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا انہیں سوائے اس کے۔

اس آیت کریمہ کا بھی لفظی ترجمہ بیان کر کے حقیقت کے ماہ مبین کو نقاب پوش کیا جاتا ہے کہا جاتا ہے دیکھو جی! اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے کہ اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا انہیں سوائے اس کے جو کچھ خشکی میں ہے اور سمندر میں ہے مگر حضرت ضیاء الامت اس حقیقت کی نقاب کشائی یوں فرماتے ہیں۔

مفتح کا معنی خزنہ ہے اور مفتح کا معنی کنجی ہے۔ اگر مفاتح کو مفتح کی جمع تسلیم کیا جائے تو آیت کا معنی ہوگا اللہ تعالیٰ کے پاس ہی غیب کے خزانے ہیں اور اگر مفتح کی جمع کہا جاوے تو پھر آیت کا مفہوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہی غیب (کے خزانوں) کی کنجیاں ہیں۔ پہلی آیت میں بتایا کہ ہر قسم کا اختیار اسی کو حاصل ہے۔ اس آیت میں تصریح فرمائی کہ علم کامل اور محیط سے فقط وہی متصف ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ خدا صرف وہی ہو سکتا ہے۔ جو بے پایاں قدرت اور بیکراں علم کا مالک ہو لیکن اس آیت سے یہ سمجھنا کسی طرح درست نہیں کہ وہ کسی کو علم غیب سکھاتا بھی نہیں بلکہ وہ جس کو چاہتا ہے

جتنا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ کوئی بخیل اس کی بخشش و عطا کا ہاتھ نہیں روک سکتا اور جو کچھ اس نے سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمایا ہے اس کا اندازہ لگانا کسی کے بس کی بات نہیں علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

فاللہ تعالیٰ عندہ علم الغیب و بیدہ الطرق الموصلة الیہ الا یملکھا الا ھو فمن شاء اطلاعہ علیھا اطلعہ و من شاء حجبہ عنھا حجبہ ولا یکون ذالک من افاضتہ الا علی رسلہ

ترجمہ: یعنی غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور علم غیب تک پہنچنے کے ذریعے بھی اسی کے دست قدرت میں ہیں کوئی ان کا مالک نہیں پس اللہ تعالیٰ جس کو غیب کا علم دینا چاہتا ہے دے دیتا ہے اور جس کو محروم رکھنا چاہتا ہے اسے محروم کر دیتا ہے اور امور غیب پر آگاہی صرف رسولوں کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتی ہے جن پر علوم غیب کا فیضان فرمایا جاتا ہے۔

آیت نمبر3: ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یومنون (188- الاعراف)۔

ترجمہ: اور اگر میں (تعلیم الٰہی کے بغیر) جان لیتا غیب کو تو خود ہی بہت جمع کر لیتا خیر سے اور نہ پہنچتی مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوں میں مگر ڈرانے والا نافرمانوں کو اور خوشخبری سنانے والا اس قوم کو جو ایمان لائی ہے۔

تفسیر ضیاء القرآن: آیت کے پہلے حصہ کی طرح یہاں بھی حضور ﷺ اپنی ذات مقدسہ سے الوہیت کی نفی فرما رہے ہیں۔ کیونکہ خدا وہ ہے جس کا علم ذاتی اور محیط ہو اور میرا علم ایسا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ اس مقام کی توضیح کرتے ہوئے علامہ خازن لکھتے ہیں کہ امور غیبیہ کی خبر دینا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعظم معجزات سے ہے تو یہاں اس کی نفی کیوں کی جا رہی ہے۔ خود ہی جواب دیتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانا بر سبیل

تواضع و انکسار اور ادب تھا۔ اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے مطلع نہ کرے میں غیب نہیں جان سکتا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد اس وقت ہو جب غیب پر آگاہی نہیں بخشی گئی تھی اور جب آگاہ فرما دیا تو ارشاد فرمایا فلا یظھر علی غیبہ احدا لا من ارتضی من رسول (الخ)

اگر آیت کے الفاظ میں غور کیا جائے تو علامہ خازن کی یہ تحقیق بالکل درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہاں حروف شرط میں سے لو مستعمل ہوا ہے اور علامہ جمال الدین ابن ہشام نے اپنی گراں قدر تالیف المغنی میں "لو" پر طویل بحث کرنے کے بعد لکھا ہے۔

یتلخص علی ھذا یقال ان تدل لو علی ثلاثۃ امور عقد السببیۃ والمسببیۃ وکونھما فی الماضی وامتناع السبب (المغنی جلد اول صفحہ 206)

یعنی اس طویل بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ "لو" تین امور پر دلالت کرتا ہے۔

(1) شرط کو سبب اور جزا کو مسبب بناتا ہے۔
(2) دونوں کا تحقق زمانہ ماضی میں ہوتا ہے۔
(3) سبب ممتنع ہوتا ہے۔

اس تحقیق کو ذہن نشین کر لینے کے بعد آیت میں غور کیجئے کہ اگر یہاں علم غیب سے مراد علم ذاتی جو قدرت ذاتی کو مستلزم ہے نہ لیا جائے تو یہ سبب نہیں بن سکتا کیونکہ صرف علم، خیر کثیر جمع کر لینے اور دفع ضرر کو دور کرنے کا سبب نہیں ہوا کرتا کیونکہ کسی تکلیف کے وقوع کا علم قبل از وقت ہو جاتا ہے۔ لیکن انسان اس سے بچ نہیں سکتا موٹی سی بات ہے کسی شخص کو عدالت عالیہ سے اگر پھانسی کا حکم ہو جائے تو وہ یہ جانتے ہوئے کہ مجھے پھانسی دی

جائے گی اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا۔ اس لئے حصول خیر اور دفع ضرر کا سبب علم ذاتی ہی ہو سکتا ہے جو قدرت ذاتی کو مستلزم ہے تب ہی لو شرط اور جزا میں سببیت کا علاقہ پیدا کر سکتا ہے جو اس کا پہلا خاصہ ہے۔

اس کا دوسرا خاصہ کلام کو زمانہ ماضی کے ساتھ مخصوص کرنا ہے اور زمانہ ماضی میں کسی چیز کی نفی اس امر کو مستلزم نہیں کہ آئندہ بھی یہ نہ پایا جائے۔

"لو" کا تیسرا خاصہ یہ ہے کہ وہ سبب کے ممتنع ہونے پر دلالت کرتا ہے اور علم غیب جس کا حصول ممتنع ہے وہ علم غیب ذاتی ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے کسی غیب کو جان لینا کسی کے نزدیک بھی ممتنع نہیں بلکہ سب اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سکھلا دینے سے علم غیب حاصل ہو جاتا ہے۔

اب "لو" سے جس علم غیب کی نفی کی جا رہی ہے وہ، وہ ہے جس کا حصول ممتنع ہے وہ علم غیب ذاتی ہے اس لئے اس آیت کریمہ سے علم غیب عطائی کی نفی نہیں ہوتی اور ہم یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کو باعلام اللہ تعالیٰ غیب کا علم حاصل تھا۔

آیت نمبر 4 : قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ ○ (65 النمل)

ترجمہ : آپ فرمایئے (خود بخود) نہیں جان سکتے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں غیب کو سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

علامہ آلوسی اس آیت پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

ولعل الحق ان یقال ان العلم الغیب المنفی عن غیرہ جل و علا ہو ما کان للشخص لذاتہ ای بلا واسطۃ فی ثبوتہ لہ...... وما وقع للخواص لیس من ہذا العلم المنفی فی شیء ضرورۃ انہ من الواجب عزوجل علیہم بوجہ من وجوہ الافاضۃ (روح المعانی جلد 2 صفحہ 11)

یعنی حق بات یہ ہے کہ جس علم غیب کی نفی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اسے خود بخود نہیں جان سکتا اور خاص بندوں کو جو علم حاصل ہے وہ یہ علم نہیں جس کی آیت میں نفی کی گئی ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی فیض رسانی سے انہیں حاصل ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ اپنی فیض رسانی کے متعدد وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے انہیں مرحمت فرماتا ہے۔

علامہ موصوف اس سے آگے چل کر لکھتے ہیں۔

وبالجملة علم الغيب بلا واسطة كلا او بعضا" مخصوص بالله جل وعلا لا يعلمه احد من الخلق اصلا"

ترجمہ: یعنی ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ علم الغیب بلاواسطہ کلا اور بعضا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے یعنی نہ سارا علم غیب بغیر اس کے بتائے کوئی جان سکتا ہے اور نہ بعض کوئی جان سکتا ہے۔

حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں **"وغيره تعالى لا يعلم الا ما علمه"** یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جان سکتا مگر اس کے جتلانے اور سکھانے سے۔

آخر میں اپنی رائے ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت ويمكن ان يكون التقدير لا يعلم من السموات والارض الغيب شيء الا بالله اى بتعليمه(مظہری)

یعنی میں کہتا ہوں کہ تقدیر عبارت یوں ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور سکھانے کے بغیر غیب کو نہیں جان سکتی۔

اس تحقیق کے بعد بھی اگر کوئی صاحب ہم اہل السنت پر شرک کا الزام

لگائے تو اس کی مرضی' اس آزادی کے دور میں ہم اس کے لئے دعائے ہدایت کے بغیر کیا کہہ سکتے ہیں البتہ اسے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس بہتان کے متعلق اس سے باز پرس ہو گی اور اس پر آشوب دور میں امت مصطفویہ علی نبیہا افضل الصلوات و ازکی التسلیمات میں فتنہ و فساد کا دروازہ کھولنے پر اسے روز حشر جواب دہ ہونا ہوگا۔

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی حبیبہ و علی الہ وصحبہ اجمعین

آیت نمبر5: ما کان لی من علم بالملاء الاعلی اذ یختصمون 69 '(ص)

مجھے کوئی علم نہ تھا عالم بالا کے بارے میں جب وہ جھگڑ رہے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ان امور کی اطلاع مجھے صرف بوحی الہی ہوتی ہے جس کو جاننے کا دوسرا کوئی ذریعہ نہیں فرشتوں کی بحث و تمحیص کے متعلق ایک حدیث ہے جو ناظرین کے مطالعہ کے لئے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں ایک دن صبح کی نماز کا وقت تھا اور حضور ﷺ معمول کے مطابق تشریف نہ لائے۔ قریب تھا کہ سورج طلوع ہو جائے۔ پھر حضور علیہ الصلواۃ والسلام تیزی سے تشریف لائے تکبیر ہوئی۔ حضور ﷺ نے نماز پڑھائی سلام کے بعد ارشاد فرمایا علی مصا فکم اپنی صفوں پر بیٹھے رہو پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں تمہیں دیر سے آنے کی وجہ بتاتا ہوں۔

"انی قمت اللیلۃ فقمت و صلیت ما قدرلی ونعست لی صلا تی حتی استثقلت فاذا انا بربی تبارک و تعالی فی احسن صورۃ وقال یا محمد قلت لبیک ربی' قال فیم یختصم الملاء الاعلی قلت لا ادری فوضع کفہ بین کتفی فوجدت

بردانامله بین ثدیی فتجلی لی کل شی و عرفته فقال یا محمد قلت لبیک قال فیم یختصم الملاء الاعلی قلت فی الدرجات والکفارات' الی آخره فقال ما الدرجات فقلت اطعام الطعام و افشاء السلام والصلواۃ باللیل والناس نیام قال صدقت فما الکفارات قلت اسباغ الوضوء فی المکارہ و انتظار الصلوۃ بعد الصلواۃ ونقل الاقدام الی الجماعته قال صدقت قال سل یا محمد فقلت اللھم انی اسئلک فعل الخیرات و ترک المنکرات و حب المساکین وان تغفرلی و ترحمنی و اذا اردت بعبادک فتنته فا قبضنی الیک غیر مفتون اللھم انی اسئلک حبک وحب من احبک وحب عمل یقربنی الی حبک قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تعلموھن وادرسوھن فانھن حق"۔

ترجمہ: میں آج رات ذکر الٰہی میں کھڑا ہوا اور جتنا مقدور تھا اتنی نماز پڑھی۔ پھر مجھے نماز میں نیند آگئی یہاں تک کہ مجھے گرانی محسوس ہونے لگی۔ پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرا رب کریم بڑی پیاری صورت میں تشریف فرما ہے اور فرمایا یا محمد میں نے عرض کی "لبیک ربی" اے میرے رب حاضر ہوں اللہ تعالٰی نے پوچھا یہ آسمان کے فرشتے کس بات میں جھگڑ رہے ہیں میں نے عرض کی میں نہیں جانتا پس اللہ تعالٰی نے اپنی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک کو اپنے سینے میں پایا "فتجلی لی کل شئی" اس کی برکت سے میرے لئے ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے اس کو پہچان لیا "دوسری روایت میں ہے" "فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض" (یعنی جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا میں نے اسے جان لیا) اللہ تعالٰی نے فرمایا یا محمد میں نے عرض کی حاضر ہوں۔ پوچھا آسمان کے فرشتے کس بات پر جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی درجات اور کفارات میں۔ اللہ تعالٰی نے پوچھا درجات کیا ہیں؟ میں نے عرض کی "اطعام الطعام و افشاء السلام والصلوۃ باللیل

والناس نیام" کہ کھانا کھلانا' سلام پھیلانا اور رات کے وقت جب لوگ سو رہے ہوں اس وقت اٹھ کر نماز پڑھنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ نے سچ کہا ہے' اب بتاؤ کفارات کیا ہیں میں نے عرض کی "اسباغ الوضوء فی المکارہ انتظار الصلوۃ بعد الصلوۃ و نقل الاقدام الی الجماعۃ" کہ تکلیف کی حالت میں بھی مکمل وضو کرنا اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اور جماعت میں شریک ہونے کے لئے چل کر جانا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب تو نے سچ کہا۔ اب مانگو جو مانگنا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کی کہ الٰہی میں تجھ سے نیک کام کرنے کی' برے کاموں کو چھوڑنے کی اور مسکینوں سے محبت کرنے کی توفیق مانگتا ہوں۔ اور میں التجا کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما اور جب اپنے بندوں کو تو کسی فتنہ میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے فتنہ سے بچا کر اپنی طرف بلا لے اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں مجھے اپنی محبت عطا فرما اور جو تجھ سے محبت کرتا ہے اس کی محبت عطا فرما۔ اس کام کی محبت عطا فرما جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے صحابہ کرام کو فرمایا دعا کے یہ فقرے تم بھی سیکھ لو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ حق ہے۔

اس حدیث کے متعلق امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے متعلق امام بخاری سے پوچھا آپ نے بھی فرمایا "ھذا حدیث صحیح" اس حدیث صحیح کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو کتنا علم عطا فرمایا اور جب قدرت کا ہاتھ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی پشت پر رکھا گیا تو سینے میں علم کے سمندر موجزن ہو گئے اور زمین آسمان کی ہر چیز منکشف ہو گئی اور فرشتے جن معاملات میں بحث و تمحیص کر رہے تھے ان کا بھی علم ہو گیا اور پھر وہی سوال اللہ تعالیٰ

نے دوہرایا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کے مفصل جوابات عرض کیے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "صدقت" اے میرے محبوب تو نے صحیح جواب دیا۔

آیت نمبر6: یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالو الا علم لنا انک انت علام الغیوب 109- سورہ المائدہ پارہ نمبر7)

ترجمہ: جس دن جمع کرے گا اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو پھر پوچھے گا ان سے کیا جواب ملا تمہیں عرض کریں گے کوئی علم نہیں ہمیں۔ بے شک تو ہی خوب جاننے والا ہے سب غیبوں کا۔

بظاہر یہ شبہ گزرتا ہے کہ انبیاء نے جب دین حق کی دعوت دی تو بعض لوگوں نے اسے قبول کیا بعض نے اسے رد کر دیا۔ اور اس کی مخالفت پر کمر باندھی ان تمام واقعات کا انبیاء کرام نے بچشم خود مشاہدہ کیا تھا۔ پھر ان کے اس جواب کا کیا مطلب کہ انہیں تو کچھ خبر نہیں کہ ان کی امتوں نے انہیں کیا جواب دیا۔

امام المفسرین ابن جریر نے اسی توجیہ کو صحیح اور بہترین فرمایا ہے جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ انبیاء نے اللہ تعالیٰ کے علم محیط اور کامل کے سامنے اپنے علم کو ہیچ سمجھتے ہوئے ازراہ ادب و تعظیم اپنے علم کی سرے سے نفی کر دی۔ اولی الاقوال بالصواب قول من قال معناہ لا علم لنا الا علم انت اعلم بہ منا لا انہم ذہلوا ان یکونوا علموا ما عاملوا کیف یجوز ذالک وھو تعالیٰ ذکرہ یخبر انہم سیشہدون علی تبلیغہم الرسالۃ (ابن جریر صفحہ 82 جلد نمبر7)

ترجمہ: اور (جیسے وحی بھیجی) دوسرے رسولوں پر جن کا حال بیان کر دیا ہے ہم نے آپ پر اس سے پہلے اور ان رسولوں پر بھی جن کا ذکر ہم نے اب تک آپ سے نہیں کیا۔

آیت نمبر7

ورسلا " قد قصصنا ہم علیک من قبل ورسلا " لم نقصصہم علیک ترجمہ : اور (جیسے وحی بھیجی) دوسرے رسولوں پر جن کا حال بیان کر دیا ہے ہم نے آپ پر اس سے پہلے اور ان رسولوں پر جن کا ذکر ہم نے اب تک آپ سے نہیں کیا۔

تفسیر و تشریح: یہاں سے اس غلط فہمی کا ازالہ کرنا مقصود ہے کہ انبیاء صرف اتنے ہی ہوئے ہیں جن کے نام قرآن مجید میں موجود ہیں اس لئے فرمایا کہ بعض ایسے انبیاء بھی ہیں جن کا نام قرآن حکیم میں نہیں آیا اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ دوسرے انبیاء کا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی علم نہ تھا علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو سب انبیاء کا علم تھا یہاں نفی زمانہ گزشتہ کی ہو رہی ہے۔ یہ اس کو مستلزم نہیں کہ آئندہ بھی نہ جتایا ہو۔

لان نفی قصہم من قبل لا یستلزم نفی قصہم مطلقا (روح المعانی)

سورہ المومن میں اسی مفہوم کی آیت **ولقد ارسلنا رسلا من قبلک منہم من قصصنا علیک ومنہم من لم نقصص علیک** کے تحت آلوسی صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔

ایما کان لا دلالتہ فی الایتہ علی عدم علمہ صلی اللہ علیہ وسلم بعدد الانبیاء والمرسلین کما توھم بعض الناس

یعنی کچھ بھی ہو اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو انبیاء اور مرسلین کی تعداد کا علم نہ تھا جس طرح بعض لوگوں نے وہم کیا ہے تمام انبیاء و رسل نے شب معراج امام الانبیاء کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

آیت نمبر 8: و ما ادری ما یفعل بی ولا بکم ان اتبع الا ما یوحی الی وما انا الا نذیر مبین (9 سورہ احقاف پ 26)

ترجمہ : اور میں (از خود یہ) نہیں جان سکتا کہ کیا کیا جائے گا میرے ساتھ اور کیا کیا جائے گا تمہارے ساتھ میں پیروی کرتا ہوں جو وحی میری طرف کی جاتی ہے اور میں نہیں ہوں مگر صاف ڈرانے والا۔

تفسیر ضیاء القرآن: آیت کے اس حصہ کی تفسیر کرتے ہوئے علماء کرام نے متعدد اقوال ذکر کئے ہیں پہلے میں ان کے ارشادات نقل کروں گا اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جو مفہوم میں سمجھا ہوں اسے آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔

بعض کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنی عاقبت اور انجام کے بارے میں (معاذ اللہ) کچھ خبر نہ تھی اور نہ ہی دوسرے لوگوں کے احوال آخرت کا کوئی علم تھا۔ اس قول کے مطابق آیت کا معنی ہوا کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ قیامت کے روز میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا اور نہ مجھے یہ علم ہے کہ تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے گا۔

کفار' یہود اور منافقین نے جب یہ آیت سنی تو کہنے لگے کہ ایسے نبی پر ایمان لانے سے کیا حاصل! جسے اپنے انجام کی بھی خبر نہیں۔ ہم نہ کہتے تھے کہ یہ قرآن ان کا اپنا گھڑا ہوا ہے۔ اگر یہ منزل من اللہ ہوتا تو کیا اللہ تعالیٰ انہیں یہ بھی نہ بتاتا کہ روز حشر ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اللہ تعالیٰ نے کفار کی ہرزہ سرائی کو ختم کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر اس آیت سے وہ پہلی آیت (ما ادری) منسوخ ہو گئی صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! مبارک' صد مبارک! حضور کو تو اپنے بارے میں علم ہو گیا لیکن ہم غلاموں کا کیا حال ہوگا اس وقت یہ آیت نازل

ہوئی لیدخل المومنین والمومنات جنت تجری من تحتہا الانہار اللہ تعالیٰ ایماندار مردوں اور عورتوں کو جنت میں داخل کرے گا' جہاں نہریں بہتی ہیں۔

علماء محققین نے اس قول کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ یہ خبر ہے اور نسخ اخبار کا نہیں ہوتا۔ اوامر و نواہی کا ہوتا ہے۔ نیز یہ آیت مکی ہے سورت فتح کی آیت صلح حدیبیہ کے موقع پر سال دو سال بعد نازل ہوئی حالانکہ اگر کسی آیت میں اجمال ہو تو اس کے بیان میں تاخیر ناروا ہے۔ نیز سورت کی ابتدا سے خطاب کفار و مشرکین سے ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو حکم دیں کہ تم کفار کو بتا دو کہ مجھے اپنے انجام کی کوئی خبر نہیں۔ کفار بڑی آسانی سے یہ کہہ کر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی دعوت کو مسترد کر سکتے تھے کہ جب آپ کو اپنے بارے میں کچھ خبر نہیں تو پھر ایک غیر یقینی چیز کی طرف دعوت دینے کے لئے یہاں کیسے آدھمکے؟ جائیے تشریف لے جائیے چنانچہ ابن جریر طبری' قرطبی' مظہری اور دیگر اکابر نے اس قول کو تسلیم نہیں کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور پرنور علیہ الصلوۃ والسلام کو روز اول سے اپنی نجات کا یقین تھا۔

قرآن کریم کی کثیر التعداد آیات جن میں اہل ایمان کو مغفرت کا مژدہ ہے اور منکرین کو دوزخ کی وعید۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اعزازات کا ذکر قرآن میں بھی بڑی شرح و بسط سے موجود ہے اور احادیث طیبہ میں بھی۔ مقام محمود' مقام شفاعت کبریٰ' کوثر وغیرہ ان امور کا کیسے انکار کیا جا سکتا ہے؟

ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

انا سید ولد ادم ولا فخر بیدی لواء الحمد ولا فخر و ادم وما سواہ تحت لوائی ولا فخر یعنی قیامت کے روز اولاد آدم کا میں سردار ہوں گا۔ حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا آدم اور دیگر پیغمبروں کو میرے جھنڈے کے نیچے

پناہ ملے گی۔ یہ باتیں فخریہ طور پر نہیں کہہ رہا حقیقت کا اظہار کر رہا ہوں۔

ایسی بیشمار احادیث صحیحہ ہیں جن میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مقامات رفیعہ اور درجات سنیہ کا ذکر موجود ہے۔ حضور سرور عالم ﷺ نے تو اپنے متعدد غلاموں کے بارے نام لے لے کر ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی۔ عشرہ مبشرہ کے اسماء گرامی سے کون واقف نہیں۔ حسنین کریمین کے متعلق فرمایا سید شباب اہل الجنۃ یہ دونوں شہزادے اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہوں گے۔ حضرت قیس بن ثابت کے متعلق فرمایا اے ثابت! اما ترضی ان تعیش حمیدا ” و تقتل شہیدا ” وتدخل الجنۃ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم عزت و آرام سے زندگی بسر کرو' تمہیں شہادت کا شرف بخشا جائے اور تم جنت میں داخل ہو۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات سے کتب احادیث بھری پڑی ہیں۔

ان آیات محکمات اور احادیث صحیحہ کی موجودگی میں یہ کہنا بڑی گستاخی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنے انجام کی خبر نہ تھی' معاذ اللہ

دوسرا قول یہ ہے کہ دنیا کے حالات سے بے خبری کا اعلان مقصود ہے کہ مجھے اس کا علم نہیں کہ دنیا میں میرا کیا حال ہوگا میں شہید کیا جاؤں گا یا یہاں سے نکال دیا جاؤں گا۔ اسلام کامیاب ہوگا یا کفر کو غلبہ ہوگا۔ مسلمانوں کا مستقبل تابناک ہوگا یا تاریک وغیرہ وغیرہ لیکن اگر اس آیت کو دوسری قرآنی آیات کی روشنی میں دیکھا جائے اور منکرین حدیث کی طرح تمام احادیث کو من گھڑت نہ قرار دیا جائے تو یہ قول بھی درست معلوم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے دین حق کے غلبہ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی کامیابی کا ذکر قرآن کریم میں بار بار فرمایا ہے ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ دوسری جگہ ہے ان جندنا لھم الغالبون۔ ارشاد ہے وان حزب اللہ

ہم المفلحون کہ مسلمانوں کے ساتھ نصرت اور کامیابی' کا پختہ وعدہ بھی کیا گیا ہے۔ وکان حقا علینا نصر المومنین یعنی ہمارے ذمہ کرم پر یہ لازم ہے کہ ہم اہل ایمان کی ضرور مدد کریں گے وہ آیات جو عہد نبوت کے بالکل ابتدائی ایام میں نازل ہوئیں ان کے نزول کے بعد بھی اپنے مستقبل کے بارے میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا سورہ والضحیٰ میں صاف طور پر ارشاد فرمایا الاخرۃ خیرلک من الاولی ولسوف یعطیک ربک فترضی اے محبوب آپ کا ہر آنے والا لمحہ گزرے ہوئے لمحہ سے بہتر ہوگا آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

غزوہ خندق پر نگاہ ڈالئے' صرف کفار مکہ نہیں بلکہ جزیرہ عرب کے جملہ مشرک قبائل نے مدینہ پر دھاوا بول دیا۔ ان کا ایک لشکر جرار مدینہ طیبہ کی طرف بڑھ رہا ہے ان کے دفاع کے لئے خندق کھودی جا رہی ہے' کڑاکے کی سردی ہے کئی کئی وقت کا فاقہ ہے۔ یہودی جو مدینہ طیبہ میں آباد ہیں انہوں نے کفار مکہ کے ساتھ سازباز کر رکھی ہے کہ باہر سے تم بلہ بول دینا۔ اندر سے ہم یلغار کر دیں گے ظاہری حالات اس قدر مخدوش ہیں اور فضا اتنی ناسازگار ہے کہ ایک عام شخص بڑی خوش فہمی کے باوجود مسلمانوں کی کامیابی کی پیش گوئی نہیں کرسکتا۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ کا محبوب جب ایک چٹان کو توڑنے کے لئے ضرب لگاتا ہے تو چٹان کا تیسرا حصہ ٹوٹ کر الگ ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی زبان نبوت سے یہ اعلان ہوتا ہے کہ مجھے ملک ایران کی کنجیاں دے دی گئیں۔ مجھے قیصر کے شاہی خزانے دے دیئے گئے۔ مجھے یمن کی کنجیاں دے دی گئیں اور جن ممالک کی کنجیاں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا فرمائی تھیں ان کا عملی طور پر ظہور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں ہوا۔

حضرت حذیفہ بن یمان جن کا لقب رازدان رسول ہے فرماتے ہیں:

واللہ انی لا علم الناس بکل فتنۃ ہی کائنۃ فیما بینی وبین الساعۃ ومابی الا یکون رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اسر الی فی ذالک شئی (الخ، مسلم شریف جلد دوم ص 390)

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ آج سے لے کر قیامت تک آنے والے جتنے فتنے ہیں ان میں سے ہر فتنہ کے متعلق میں تمام لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان فتنوں کی ہمیں خبر دی۔

عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سیکون امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبین لا نبی بعدی (ابوداؤد کتاب السنن)

ترجمہ: حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں تیس کذاب ہوں گے۔ ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبین ہوں میرے بعد اور کوئی نبی نہیں آئے گا۔

ان آیات و احادیث کی موجودگی میں یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ علم نہیں تھا کہ دنیا میں آپ کے ساتھ آپ کے دین کے ساتھ اور آپ کی امت کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ "ما ادری" سے تفصیل علم کی نفی ہے کہ میں تفصیلا" نہیں جانتا۔ اگرچہ اجملا" جانتا ہوں۔ ان تینوں اقوال سے کوئی بھی ایسا نہیں جو دل کو مطمئن کرسکے لیکن اگر "ما ادری" کی تحقیق کی جائے تو ساری تشویش دور ہو جاتی ہے' حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

علامہ راغب اصفہانی مفردات القرآن میں اس لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے

لکھتے ہیں:

الدرایۃ المعرفۃ المدرکۃ بضرب من الختل یقال دریت بہ دریۃ نحو فطنت و شعرتہ..... والدرایۃ لا تستعمل فی اللہ تعالی وقول الشاعر لا ھم لا ادری وانت الداری فمن تعجرف اجلاف العرب(مفردات) یعنی درایت اس معرفت کو کہتے ہیں جو ظن و تخمین سے حاصل ہوتی ہے۔ فہم و ذہانت سے کسی چیز کو سمجھنا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ درایت کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے استعمل نہیں ہوتا شاعر کا یہ مصرع جس میں اللہ تعالیٰ <الداری> کہا گیا ہے یہ شاعر کا جاہلانہ اجڈ پن ہے علامہ زبیدی شارح قاموس اپنی ماۂ ناز تصنیف تاج العروس میں اس کی تحقیق کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

دریتہ وبہ...... علمتہ قال شیخنا صریحہ اتحاد العلم والدرایۃ و صرح غیرہ بان الدرایۃ اخص من العلم او علمتہ بضرب من الحیلۃ ولذا لا یطلق علی اللہ تعالی واما قول الراجز لا ھم لا ادری وانت الدرای فمن عجرفۃ الاعراب(تاج العروس)

یعنی درایت بذات خود بھی متعدی ہوتا ہے اور باء کے ساتھ بھی اس کا تعدیہ کیا جاتا ہے درایت کا معنی ہے میں نے جان لیا میرے شیخ کہتے ہیں علم و درایت ہم معنی ہیں لیکن دوسرے علماء لغت نے تصریح کی ہے کہ درایت علم سے خاص ہے یا حیلہ و قیاس سے کسی کو جاننا درایت کہلاتا ہے۔ اسی لئے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہیں کیا جاتا اور ایک رجزگو نے درایت کی نسبت اس مصرعہ میں ذات باری کی طرف کی ہے یہ اس کا گنوار پن ہے۔

علامہ ابن عابدین نے درایت کی تشریح ان الفاظ سے کی ہے۔

الدرایۃ ای ادرک العقل بالقیاس علی غیرہ یعنی عقل کا بذریعہ قیاس کسی چیز کو جاننا۔ (ردالمحتار جلد اول ص 97)

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ درایت کا مفہوم یہ ہے کہ غور و فکر' ظن و تخمین اور قیاس آرائی سے کسی چیز کا علم حاصل کرنا۔ یہ مفہوم ذہن نشین کرکے اب آیت میں غور کریں ادنیٰ سا شبہ بھی باقی نہ رہے گا۔ نہ تخصیص کی ضرورت پڑے گی۔ نہ نسخ کا قول کرنا پڑے گا۔ آیات قرآنی میں باہمی تضاد یا احادیث صحیحہ سے تعارض کی نوبت بھی نہ آئے گی۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ ان کفار کو بتا دیجئے کہ میں اپنی عقل و فہم' ذہانت و فطانت اور قیاس سے نہ یہ جانتا ہوں کہ آخرت میں میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ نہ میں یہ جان سکتا ہوں کہ اس دنیا میں میرا' مجھ پر ایمان لانے والوں اور میری اس دعوت کا انجام کیا ہوگا۔ یا تمہاری سرکشی کی تمہیں کب اور کیا سزا ملے گی ان امور کو میں اپنی فہم و فراست سے نہ تفصیلا" جان سکتا ہوں اور نہ اجمالا"۔ میرا علمی سرمایہ میری عقل و شعور کا اثر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ اگر میں نے غور و فکر سے ان حقائق کو جانا ہوتا تو اس میں شک و شبہ کی گنجائش ہو سکتی تھی اور تمہیں یہ حق پہنچتا تھا کہ اس کو جانچو اور اپنی کسوٹی پر پرکھو' لیکن میرا علم تو اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے' اس میں شک و شبہ کا ذرا شائبہ نہیں ما ادری سے درایت کی نفی ہے۔ ما یوحی الی سے علم خداداد کا ثبوت ہے۔ سکھلانے والا اللہ تعالیٰ ہو اور سیکھنے والا مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء ہو' استاذ عالم الغیب والشہادۃ ہو اور تلمیذ غار حرا کا گوشہ نشین ہو۔ بھیجنے والا رب العالمین ہو اور آنے والا رحمتہ للعالمین ہو' وہاں کمی رہے گی تو کیسے؟ کوئی نقص ہوگا تو کس جانب سے؟

آخر میں مفسرین کرام کی چند آراء بھی ملاحظہ فرمایئے آپ کا آئینہ دل ہر قسم کے گرد و غبار سے پاک ہو جائے گا۔

علامہ ابن جریر طبری نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے متعدد اقوال لکھے ہیں۔ ان میں سے ایک قول حضرت حسن بصریؒ کا ہے وہ فرماتے ہیں۔

اما فی الاخرة فمعاذ اللہ قد علم انہ فی الجنۃ حین اخذ میثاقہ فی الرسل ولکن قال ما ادری ما یفعل بی ولا بکم فی الدنیا اخرج کما اخرجت الانبیاء

یعنی یہ کہنا کہ حضور ﷺ کو یہ علم نہ تھا کہ آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ تو ایسی نازیبا بات سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں حضور ﷺ کو اس وقت سے اپنے ناجی ہونے کا علم تھا جب روز اول ارواح انبیاء سے حضور ﷺ پر ایمان لانے کا وعدہ لیا گیا تھا۔ بلکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ دنیا میں مجھے سابقہ انبیاء کی طرح جلا وطن کر دیا جائے گا یا نہیں۔ ابن جریر حسن بصریؒ کے قول کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

ولکن ذالک کما قال الحسن ثم بین اللہ لنبیہ ما ہو فاعل بہ وبمن کذب بما جاءبہ من قومہ وغیرہ، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو اس دنیا میں جو معاملہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے کیا جانے والا تھا اور جو سلوک آپ کی قوم اور دوسرے مکذبین کے ساتھ ہونے والا تھا اس کو بیان کر دیا۔

علامہ نیشاپوری لکھتے ہیں **وانہ لم ینف الا الدرایۃ من قبل نفسہ وما نفی الدرایۃ من جہۃ الوحی**۔ یعنی خودبخود جان لینے کی نفی کی گئی ہے اور جو بذریعہ وحی عطا ہوا اس کی نفی نہیں۔

علامہ آلوسی نے تو بڑی شرح و بسط کے ساتھ اس حقیقت کو بیان کیا ہے، **والذی اختارہ ان المعنی علی نفی الدرایۃ من غیر جہۃ الوحی سواء کان الدرایۃ تفصیلیۃ او اجمالیۃ وسواء کان ذالک فی الامور الدنیویۃ والاخرویۃ واعتقد انہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لم ینتقل من الدنیا حتی اوتی**

من العلم باللہ تعالی و صفاتہ و شئونہ والعلم باشیاء یعد العلم بھا کمالا مالم یعطہ احد غیرہ من العالمین (روح المعانی)

ترجمہ: میرے نزدیک پسندیدہ قول یہ ہے کہ نفی اس درایت کی ہے جو وحی کے بغیر ہو خواہ تفصیلی ہو یا اجمالی اس کا تعلق دنیوی واقعات سے ہو یا اخروی حالات سے آلوسی کہتے ہیں میرا عقیدہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس دنیا سے انتقال نہیں فرمایا جب تک حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات اس کے شئون اور تمام ایسی اشیاء کا علم جو وجہ کمال ہے نہ دے دیا گیا۔

واللہ اعلم بالصواب وعندہ حسن الثواب والیہ المتاب

معترضین کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول سے علوم نبوت کی نفی پر ل اور اس کی حقیقت

آیت نمبر 9: فلما رای ایدیھم لا تصل الیہ نکرھم واوجس منھم خیفتہ قالوا لا تخف انا ارسلنا الی قوم لوط (سورہ ھود' آیت 70)

ترجمہ: پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ نہیں بڑھ رہے کھانے کی طرف تو اجنبی خیال کیا انہیں اور دل ہی دل میں ان سے اندیشہ کرنے لگے فرشتوں نے کہا ڈریئے نہیں۔ ہمیں تو بھیجا گیا ہے قوم لوط کی طرف۔

تفسیر ضیاء القرآن: بعض لوگ اپنی عادت سے مجبور ہو کر اس آیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بے علمی پر استدلال کرنے لگتے ہیں کہ دیکھو انہیں پتہ نہ چلا کہ یہ فرشتے ہیں ان کے اس شبہ کے ازالہ کے لئے میں خود تو کچھ عرض نہیں کرتا البتہ مولانا تھانوی کا ایک جملہ نقل کرنے کی جسارت کرتا ہوں شاید ان لوگوں کو اپنی جلد بازی پر تنبیہ ہو جائے۔ مفسر تھانوی نے فرمایا

کہ آپ کا ان کو فرشتہ یقین کر لینا صرف ان کے دعویٰ پر نہ تھا بلکہ قوت مدرکہ قدسیہ کے ذریعہ سے متوجہ ہو کر یقین کیا جس سے اولاً توجہ نہ فرمائی تھی جیسا بعض اوقات محسوسات میں بھی یہ قصہ پیش آتا ہے‘ (نقل از تفسیر ماجدی)

کسی چیز کی طرف توجہ کا نہ ہونا اور چیز ہے اور اس کا علم نہ ہونا اور چیز ہے یہاں توجہ کی نفی ہے علم کی نفی نہیں۔

معترضین کی حضرت یعقوب علیہ السلام کے رونے سے علوم نبوت کی نفی پر دلیل اور اس کی حقیقت

آیت نمبر10: وتولی عنهم و قال یا سفی علی یوسف و ابیضت عینه من الحزن فهو کظیم (84 سورہ یوسف)

ترجمہ: "اور منہ پھیر لیا آپ نے ان کی طرف سے اور کہا ہائے افسوس! یوسف کی جدائی پر اور سفید ہو گئیں ان کی دونوں آنکھیں غم کے باعث اور وہ غم کو ضبط کئے ہوئے تھے۔"

بعض لوگ اس آیت مبارکہ اور دوسری آیات بینات جن میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے ابتلاء و صبر اور فراق یوسف میں رونے کا ذکر ہے۔ پڑھ کر یہ کہتے ہیں کہ اگر یوسف علیہ السلام کے متعلق حضرت یعقوب علیہ السلام کو زندہ ہونے کا علم تھا تو ایسی حالت میں کیوں رہے جو آپ کے شایان شان معلوم نہیں ہوتی۔

حضرت ضیاء الامت سورہ یوسف جلد چہارم میں آیت نمبر 18 کے تحت لکھتے ہیں۔

"امام فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے یہاں ایک نفیس بحث لکھی ہے"

فرماتے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کی غلط بیانی کا یقین ہو گیا تھا تو وہ کیوں نہ حضرت یوسف کی جستجو میں نکلے اور کیوں آتشِ فراق میں برسوں جلتے رہے، اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس امر کا تو واقعی یقین تھا کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کے خاموش ہو کر بیٹھے رہنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تلاش کرنے سے منع فرما دیا ہو تاکہ ان کے صبر و استقامت کا اچھی طرح امتحان ہو جائے اور یا اس لئے کہ آپ کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کی خود حفاظت فرمائے گا وہ خود ہی اس کا نگران ہے اور جس شاندار مستقبل کے متعلق پہلے ہی بتا دیا گیا ہے وہ ظاہر ہو کر رہے گا۔

لا۔ جواب عنه الا ان یقال انه سبحانه و تعالی منعه عن الطلب تشدیدا" للمحنة و تغلیظا لامر علیه.... وایضا لعله علیه السلام علم ان الله تعالی یصون یوسف عن البلاء والمحنة وان امره سیعظم بالاخرة ثم لم یرد هتک استار سرائر اولاده.... فلما وقع یعقوب علیه السلام فی هذه البلیة رای ان الاصوب الصبر والسکوت و تفویض الامر الی الله تعالی بالکلیة (کبیر)

اسی سورہ پاک کی آیت نمبر 83۔ تحت حاشیہ 113 پر لکھتے ہیں۔

اگرچہ برسوں گزر گئے اور بظاہر یوسف کی کوئی خبر نہ ملی۔ انہی کا وردِ جدائی کیا کم تھا کہ اس پیرانہ سالی میں بنیامین غلام بنا لیا گیا اور اس کے ملنے کی بھی امید نہ رہی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا نبی ان ظاہری مایوسیوں سے کب دل برداشتہ ہوتا ہے۔ امید کرم کا جو چراغ وہ روشن کرتا ہے، غم کی یہ آندھیاں اسے بجھا نہیں سکتیں آپ نے فرمایا میں صبر کروں گا اور صبر کرنا ہی میرے لئے پسندیدہ ہے اور مجھے اپنے رب سے قوی امید ہے کہ شب فراق طویل

سہی لیکن یہ صبح وصل میں بدل کر رہے گی۔ اللہ تعالیٰ میرے بچھڑے ہوئے تمام بچوں کو ضرور مجھ سے ملائے گا۔ ہم تفسیر کبیر سے علماء کا یہ قول پہلے نقل کر آئے ہیں کہ آپ کو یوسف علیہ السلام کے مصر میں موجود ہونے کا علم تھا۔ ایک بات اور غور طلب ہے، مانا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم نہ تھا لیکن حضرت یوسف کو پہلے نہ سہی بھائیوں کی آمد کے بعد تو اپنے والد بزرگوار کے حزن و ملال کا پتہ چل گیا اور وہ مصر کے حکمران تھے۔ انہوں نے آدمی بھیج کر آپ کو کیوں نہ بلوا لیا۔ یا کم از کم اطلاع ہی کیوں نہ بھیج دی کہ آپ غم نہ کریں میں زندہ ہوں۔ آپ کا یوں خاموش رہنا بظاہر تو دانستہ اذیت رسانی کے مترادف تھا۔ اس کا جواب عارف باللہ حضرت ثناء اللہ پانی پتی نے دیا ہے کہ یہ خاموشی بامر اللہ تھی (عربی عبارت ملاحظہ فرمائیں)

فان قيل قال البغوى كيف استجاز يوسف ان يعمل مثل هذا بابيه ولم يخبره بمكانه وحبس اخاه مع علمه بشدة وجدابيه ففيه معنى العقوق و قطيعة الرحم وقلة الشفقة قلنا اكثر الناس فيه والصحيح انه عمل ذالک بامر الله تعالى

(مظہری) یعنی یہ سب کچھ حضرت یوسف نے اللہ کے حکم سے کیا۔

حاشیہ نمبر 117 پر لکھتے ہیں...... بظاہر حضرت یعقوب علیہ السلام جیسے جلیل المرتبت پیغمبر کا اپنے فرزند کی محبت میں اتنا وارفتہ ہو جانا اور اس کے ہجر و فراق میں رو رو کر آنکھیں سفید کر دینا آپ کی شایان شان معلوم نہیں ہوتا علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اہل معرفت نے اس خلش کو یہ کہہ کر دور کیا ہے کہ حسن یوسف کو آپ کے لئے جمال الٰہی کا آئینہ بنا دیا گیا تھا وہ اس طلعت زیبا کے آئینہ میں تجلیات الہیہ کا مشاہدہ فرمایا کرتے تھے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو انوار خداوندی کی لذت دید سے محروم ہو جانے کے باعث بے چین و بے قرار ہو گئے۔

واختار بعض العارفين ان ذالک الاسف والبکاء ليسا الا لفوات ما انکشف له عليه السلام من تجلي الله تعالیٰ في مراة وجه يوسف عليه السلام (روح المعانی)

اس کے بعد علامہ مذکور تحریر فرماتے ہیں ولعمری انه لو کان شاهد تجليه تعالیٰ في اول التعينات وعين اعيان الموجودات صلی الله عليه وسلم نسی ماراٰی ولما عراه ما عری (روح المعانی)

یعنی مجھے اپنی زندگی کی قسم! اگر حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی اس تجلی کا مشاہدہ کرتے جو فخر موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ واسلم کے حسن و جمال میں درخشاں ہے تو انہیں حسن یوسف یاد ہی نہ رہتا اور ان کی ہجر و فراق میں آپ کا یہ حال نہ ہوتا۔

حضرت مولا ثناء اللہ پانی پتی نے یہ شبہ اور اس کا جواب بڑی شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے اور بڑے عارفانہ انداز میں اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ حضرت یوسف کا حسن انوالہ الیہ کی جلوہ گاہ تھا......

تابیر نخل کی حقیقت

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وارسلنا الریح لواقح فانزلنا من السماء ماء فاسقینکموہ وما انتم لہ بخازنین(سورہ الحجرایت ص 22)

ترجمہ: پس ہم بھیجتے ہیں ہواؤں کو باردار بنا کر پھر ہم اتارتے ہیں آسمان سے پانی پھر ہم پلاتے ہیں تمہیں وہی پانی اور تم اس کا ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو۔

تفسیر ضیاء القرآن: قرآن پاک نے اس راز سے پہلے ہی پردہ اٹھا دیا تھا کہ نرمادہ کا وجود صرف جاندار مخلوق میں ہی نہیں ہے بلکہ ہر قسم کی نباتات کی

om.

افزائش نسل کے لئے یہی طریقہ مقرر کیا ہوا ہے۔ سبحان الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ومن انفسھم ومما لا یعلمون یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے سب جوڑے بنائے ان چیزوں سے بھی جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان سے بھی اور ان چیزوں سے بھی جنہیں، بھی وہ نہیں جانتے" نر درختوں، پودوں، جڑی بوٹیوں کے شگوفے ان کی مادہ تک پہنچیں تو کیونکر؟ انسان سارے کام چھوڑ کر اگر یہی ایک کام کرنے لگے تو پھر بھی وہ اس کا لاکھواں حصہ انجام نہیں دے سکتا۔ یہ چیز انسان کی طاقت سے ماورا تھی۔ اس لئے قدرت نے اپنی کرم گستری سے اس کا خود ہی اہتمام فرما دیا۔ حضرت انسان کو خبر تک ہی نہیں ہوتی اور اس کے باغوں میں، کھیتوں میں، چراگاہوں میں اور جنگلوں میں اور نہ معلوم اور کہاں کہاں ہوائیں چپکے سے عمل تلقیح کو انجام دے رہی ہوتی ہیں۔ جن کے باعث درختوں کی ٹہنیاں رنگ برنگ خوش ذائقہ پھلوں سے لد گئی ہیں اور جھوم جھوم کر اپنے خالق کے حضور آداب بندگی بجا لا رہی ہیں۔ کھیتوں کے پودوں پر خوشوں کے تاج سجائے جا رہے اور ان کو دانوں کے موتیوں سے آراستہ کیا جا رہا ہے اور جھک جھک کر اپنے خالق کی ربوبیت اور کبریائی کے گیت گا رہے ہیں۔ چراگاہوں میں آپ نے کبھی دیکھا ہو گا کہ گھاس کس طرح زمین پر بچھی چلی جا رہی ہے وہ بھی اسی کی بارگاہ میں سجدے کر رہی ہے۔ جس نے اس کی بقا اور بالیدگی کا حکیمانہ انتظام فرما دیا۔ ایک حضرت انسان جس کے لئے کارخانہ ہستی کی ہر چھوٹی اور بڑی چیز مصروف خدمت ہے۔ وہ بے سدھ پڑا ہے الاماشاء اللہ۔ یہی حقیقت تھی جس کے پیش نظر حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو تابیر نخل نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا کیونکہ جب دوسرے تمام درختوں پر ہم عمل تلقیح نہیں کرتے بلکہ ہوائیں از خود اس کام کو انجام دے رہی ہیں۔ تو آخر کھجور کے درخت

نے کیا قصور کیا ہے کہ ہواؤں کی عملداری سے اسے خارج کر دیا گیا ہو۔ اور اس کے لئے انسان کو زحمت گوارا کرنی پڑے لیکن جب صحابہ کرام نے دوسرے سال کم پھل آنے کی شکایت کی (جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ درخت اس عمل تابیر کے برسوں سے عادی تھے اور ان کی اپنی طبعی حالت پر آنے کے لئے کچھ وقت چاہئے تھا۔ تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا انتم اعلم بامور دنیاکم یعنی یہ دنیوی کام ہیں جنہیں تم بہتر سمجھتے ہو' کیونکہ اس چیز کا تعلق احکام شرعی سے نہ تھا اس لئے اس پر عمل کرنا اور نہ کرنا ان کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا تاکہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق عمل کریں نیز اس قسم کے مسائل کا بتلانا نبی کے فرائض میں داخل نہیں ہوتا بلکہ ان عقدوں کو حل کرنے کے لئے انسان کو اپنے تجربہ' مشاہدہ اور غور و فکر سے کام لینا چاہئے۔ اس لئے یہاں صحابہ کرام کو مجبور کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ ارشاد فرمانا نہ جاننے کی دلیل نہیں جیسے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی بلکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کی وسعت کا ناقابل تردید ثبوت ہے کہ جن مسائل کو سلجھانے کے لئے انسان کو ابھی صدیوں غور و فکر کرنا تھا حضور علیہ الصلوۃ والسلام آج بھی سمجھتے ہیں۔

صحابہ کرام سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا مشورہ طلب کرنا

(بعض حضرات، حضور نبی کریم ﷺ کے کمال علمی کو تسلیم نہ کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ کو ہر چیز کا علم ہوتا تو قرآن انہیں وشاورھم فی الامر (اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں) کے ارشاد کے ساتھ صحابہ کرام سے مشورہ طلب کرنے کا حکم کیوں دیتا حضرت ضیاء الامت اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "امام ابو عبداللہ القرطبی نے اس مقام پر خوب لکھا ہے فرماتے ہیں، قال ابن عطیہ والشوری من قواعد الشریعۃ و عزائم الاحکام و من لا یستشیر اہل العلم والدین فعزلہ واجب مشورہ شریعت کے مسلمہ اصولوں اور اہم ترین احکام سے ہے اور جو حاکم اہل علم و دین سے مشورہ نہیں کرتا بلکہ خود رائی سے کام لیتا ہے۔ اسے معزول کر دینا لازمی ہے اس کے بعد لکھتے ہیں کہ خلفاء اور حکام پر واجب ہے کہ دینی معاملات میں علماء

سے، جنگی امور میں قائدین لشکر اور ماہرین حرب سے، عام فلاح و بہبود کے کاموں میں سرداران قبائل سے اور ملک کی ترقی اور آبادی کے متعلق عقلمند وزراء اور تجربہ کار عہدہ داروں سے مشورہ کریں" اور نبی اکرم ﷺ کو مشورہ کرنے کے حکم کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ قرطبی فرماتے ہیں ما امر الله نبيه بالمشاوره لحاجته منه الى رايهم وانما اراده ان يعلمهم ما فى المشاورة من الفضل ولتقتدى به امته من بعده یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس لئے مشورہ کرنے کا حکم نہیں دیا کہ حضور ﷺ کو ان کے مشورہ کی ضرورت تھی بلکہ اس میں حکمت یہ تھی کہ انہیں مشاورت کی شان کا پتہ چل جائے۔ نیز یہ کہ مشورہ سنت نبوی بن جائے اور امت مسلم اس کی اقتداء اور اتباع کرے۔ اس کی ایک اور وجہ بھی لکھی ہے کہ تطيبا لنفوسهم و رفعا لاقدارهم صحابہ کے دلوں کو خوش کرنا اور ان کی قدر و منزلت کو بڑھانا بھی مقصود تھا۔ (سورہ آل عمران آیت 159 جلد 1 صفحہ 291)

◆

مطبوعات زاویہ پبلشرز

	قیمت
(۱) علوم نبوت قرآن کی روشنی میں —— ازافادات حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری ——	۳۰ روپے
(۲) حقیقت استمداد —— ازافادات حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری ——	۲۵
(۳) جبر وقدر (قرآن کی روشنی میں) —— ازافادات حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری ——	۱۵
(۴) غازی علم دین شہید —— ازرائے محمد کمال ——	۹۰
(۵) مقرر بنئے (اضافہ شدہ ایڈیشن) —— ازرائے محمد کمال ——	۱۱۰
(۶) سازشوں کا دیباچہ (قادیانیت) —— ازرائے محمد کمال ——	۱۱۰
(۷) مسئلہ اہانت رسولؐ —— از پروفیسر حبیب اللہ چشتی ——	۵۰
(۸) رموز خطابت —— از نذیر الدین احمد (عثمانیہ) ——	۴۰
(۹) ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء —— از مفتی انتظام اللہ شہابی ——	۵۰
(۱۰) شعور —— ازرائے محمد کمال (زیر طبع)	

ملنے کا پتہ:۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، داتا گنج بخش روڈ لاہور

زاویہ